طلوعِ اسلام

قرآنی نظامِ ربوبیت کا پیامبر

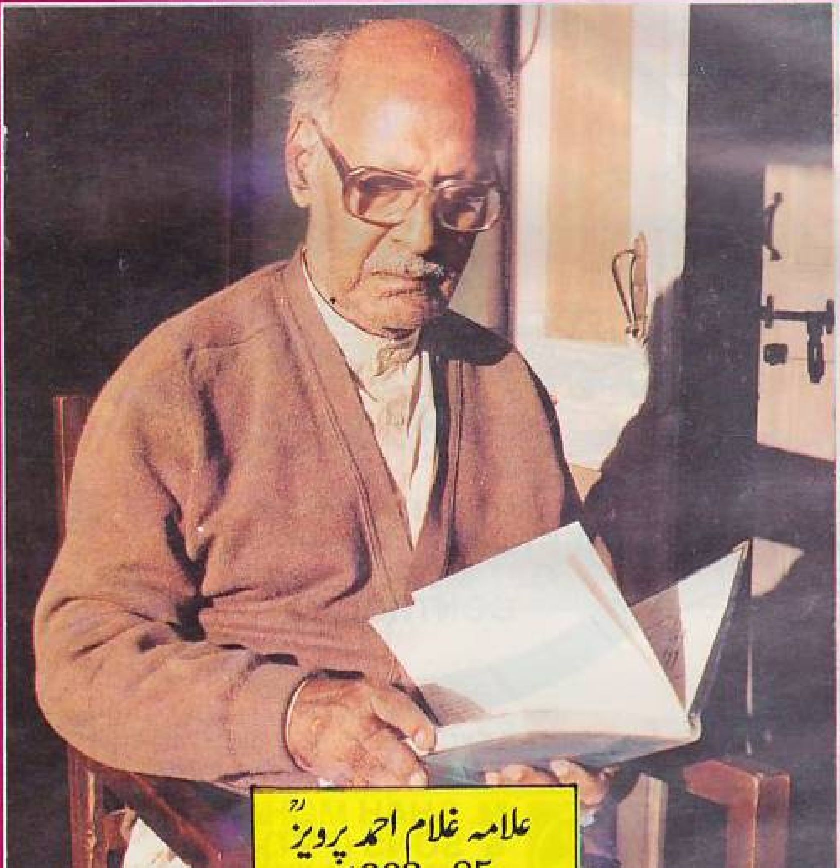

علامہ غلام احمد پرویزؒ
1903-85ء

فروری 1998ء

کامل مومن وہ ہے جو خوش اخلاق اور گھر والوں سے نرم سلوک کرنے والا ہو۔ (ترمذی)

A perfect believer is that who is nice in behaviour and kind to his family members. (Tirmizi)

SHAHAB

QUALITY PISTON RINGS

THE ONLY MANUFACTURERS OF INTERNATIONAL QUALITY PISTON RINGS IN PAKISTAN.

MINIMIZE WEAR
RESTORE COMPRESSION
GET MORE POWER
CONTROL OIL

CALL US FOR THE EXCELLENT RECONDITIONING OF AUTOMOBILE ENGINES OF ALL KINDS.

M. SHAH MOHAMMAD & SONS (PVT.) LTD.

OUTSIDE PAK GATE, MULTAN, PAKISTAN
PHONE OFFICES: 545071, 75571, 539071-73
FACTORY 550171

مجلہ طلوع اسلام کا اجراء 1938ء میں علامہ اقبالؒ کے ایماء اور قائد اعظمؒ کی خواہش پر عمل میں آیا

خط و کتابت: ناظم ادارہ طلوع اسلام (رجسٹرڈ)
25-بی گلبرگ۔ 2 لاہور 54660
Telephone 876219, 5764484, 575666
Res: 6541521 M.Latif Chaudhery
Fax 92 42 5764484
Email: tluislam@brain.net.pk
Internet http:/www.toluislam.com

قرآنی نظام ربوبیت کا پیامبر
لاہور
طلوع اسلام
جلد: 51 شمارہ: 2 فروری 1998ء

انتظامیہ چیئرمین: ایاز حسین انصاری
ناظم: محمد لطیف چوہدری
مدیر مسئول: محمد لطیف چوہدری
مجلس ادارت: ڈاکٹر صلاح الدین اکبر
ناشر: عطا الرحمٰن ارائیں
طابع: سید فیصل سلیم
مطبع: آفتاب عالم پرنٹنگ پریس 15 ہسپتال روڈ لاہور
مقام اشاعت: B-25 گلبرگ 2 لاہور 54660

زر سالانہ

ایشیا' افریقہ' یورپ	600 روپے
آسٹریلیا' امریکہ' کینیڈا	800 روپے
اندرون ملک فی پرچہ	15 روپے
اندرون ملک سالانہ	170 روپے

فہرست مضامین

لمعات	ادارہ	2
اسلام کیا ہے؟	علامہ غلام احمد پرویزؒ	6
قبلہ اول۔ مسجد الحرام یا مسجد اقصیٰ	علامہ رحمت اللہ طارق	15
غلام احمد پرویزؒ کے افکار پر ایک نظر	ڈاکٹر صلاح الدین اکبر	22
بحران کیوں آتے ہیں؟	ایاز حسین انصاری	28
اس نے کہا	عنایت اللہ	34
حقائق و عبر	ادارہ	37
بچوں کا صفحہ	سعدیہ ظفر	49
سنا ہے!	ڈاکٹر صلاح الدین اکبر	50
بڑی مشکل سے ہوتا ہے۔۔۔	ادارہ	53
THE WHOLE MAN	محترمہ شمیم انور	60
WASEELA	ڈاکٹر عبدالودود	64

قارئین طلوع اسلام کو عید مبارک

اقبالؒ۔۔۔ یہ دیکھ کر خوش ہوگی کہ مجلہ طلوع اسلام اپنے دور ثانی سے پاکستان کے ساتھ قدم بقدم چل رہا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لمعات

1- اور تم بھی نواز شریف!

ایک وقت تھا جب مسلم لیگ کا نعرہ تھا

مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ

یہ اس وقت کی بات ہے جب مسلم لیگ کا ایمان تھا کہ

بنا ہمارے حصار ملت کی اتحاد وطن نہیں ہے

مطلب یہ کہ اسلام میں قومیت کا مدار وطن، رنگ، نسل، زبان وغیرہ کا اشتراک نہیں بلکہ آئیڈیالوجی کا اشتراک ہے۔ یہی اصول ہمارے مطالبہ پاکستان کی بنیاد تھی اور قومیت کا یہی تصور ہمارے جداگانہ مملکت کے دعوے کی دلیل۔ ہمارا یہ معیار قومیت دنیا کے ہر مسلمہ مدار قومیت سے الگ تھا۔ ہندوستان میں ہماری جنگ قریب دس سال تک مسلسل جاری رہی تاآنکہ 1947ء میں، انگریز اور ہندو دونوں نے ہمارے اس مطالبہ کو تسلیم کیا اور اس کا نتیجہ پاکستان کی جداگانہ مملکت کی شکل میں سامنے آگیا۔ اس سے قرآن کا وہ انقلابی نظریہ، جسے اس نے چودہ سو سال پہلے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا ایک بار پھر محسوس و مشہود انداز میں دنیا کے سامنے آگیا اور نسل اور وطن کی خود ساختہ چار دیواریوں میں محبوس قوم نے اپنی آنکھوں سے اس حقیقت کا مشاہدہ کر لیا کہ آئیڈیالوجی کی بناء پر قومیت کی تشکیل اس طرح ہوا کرتی ہے۔

مسلم لیگ کے اس پس منظر میں آپ سوچئے کہ کیا کسی شخص کے حیطہ قیاس و خیال و گمان و وہم میں بھی یہ بات آسکتی ہے کہ ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ اسی مسلم لیگ کا سربراہ، سرعام یہ اعلان کرے گا کہ پاکستان مسلم لیگ کے آئین میں تبدیلی کر کے مذہب کی پرواہ کئے بغیر مسلم لیگ کے دروازے تمام پاکستانیوں پر کھول دیئے گئے ہیں (روزنامہ دن 23 دسمبر 97ء)

مسلم لیگ کے سربراہ اور وزیر اعظم پاکستان کا مقصد اگر غیر مسلموں کو ان کے شہری حقوق کے تحفظ کی یقین دہانی کرانا مقصود تھا تو یہ الگ بات ہے لیکن مسلم و غیر مسلم کے امتزاج کے اس جنمی پیڑ کو جسے اسلام نے جڑوں سے اکھیڑ پھینکا تھا اور جس کی شاخوں اور پتوں کو قائد اعظمؒ کی مسلم لیگ نے تحریک پاکستان کے دوران گنگا کی لہروں میں بہا دیا تھا، محترم نواز شریف صاحب پھر سے حریم کعبہ میں گاڑنے کی کوشش میں ہیں تو اس پر قائد اعظمؒ کی روح پکار اٹھی ہو گی "اور تم بھی نواز شریف!"

جن لوگوں کے سامنے اپنے ذاتی مفاد یا سیاسی مصالح ہیں اور یہ بھی درحقیقت ذاتی مفاد ہی کا دوسرا

نام ہے' ان سے تو ہمیں کچھ کلام نہیں۔ لیکن جن لوگوں کے دل میں اسلام کی تعلیم کا کچھ بھی احترام اور خدا اور رسولؐ کے فرمودات کا کچھ بھی پاس ہے ہم ان سے گزارش کریں گے کہ وہ غور کریں کہ وحی کی رو سے جو دعوت شروع سے اخیر تک آتی رہی' اس کا اصل الاصول اور قدر مشترک کیا تھی؟ آپ کو یہ حقیقت قرآن کے ایک ایک صفحہ پر ثبت نظر آئے گی کہ یہ قدر مشترک یہ تھی کہ حضرات انبیاء کرامؑ اپنی آسمانی تعلیم (آئیڈیالوجی) کی بنا پر ایک الگ جماعت کی تشکیل کرتے تھے۔ یہ حضرات اپنی اپنی قوم کی طرف آتے۔ اپنے اہل وطن (اور بیشتر حالات میں خود اپنی برادری' خاندان اور اعزہ و اقربا) تک اپنی دعوت پہنچاتے۔ ان میں جو لوگ اس دعوت کو قبول کرتے وہ ایک جداگانہ امت کے افراد قرار پاتے۔ جو اس سے انکار کرتے وہ' وطن' نسل' زبان' خاندان' برادری' قرابت کے اشتراک کے باوجود' ایک جداگانہ قوم کے افراد بن جاتے۔ یہی وہ آسمانی تعلیم تھی جس کا مکمل مظاہرہ نبی اکرمؐ کے عہد ہمایوں میں اس طرح ہوا کہ روم کا صہیبؓ' فارس کا سلمانؓ' حبش کا بلالؓ' یعنی غیر ملکوں اور دوسری قوموں کے افراد تو رسولؐ اللہ کی "اپنی قوم" کے جزو بن گئے لیکن مکہ کے ابو جہل اور ابو لہب' کا شمار غیروں اور بیگانوں میں ہو گیا حالانکہ ان سے صرف اشتراک وطن ہی کا تعلق نہیں تھا' اشتراک خون کا بھی تعلق تھا۔ یہاں تک کہ بدر کی لڑائی میں رسولؐ اللہ کے چچا' عباس اور داماد ابوالعاص تک بھی صف مقابل میں کھڑے تھے۔ رسولؐ اللہ نے ایک مملکت بنائی اور ایک حکومت قائم کی تھی آپ غور کریں کہ کیا اس مملکت کے ارباب حل و عقد میں کوئی ایک غیر مسلم بھی شریک تھا اور اس حکومت کے کارپردازان کے انتخاب میں ان میں سے کسی کو بھی ووٹ دینے کا حق حاصل تھا؟ کیا خلفائے راشدین' "مخلوط انتخاب" کی رو سے منتخب ہوئے تھے اور کیا مدینہ کی پارلیمان (مجلس شوریٰ) میں غیر مسلم بھی شریک ہوا کرتے تھے؟

قرآن نے اسلامی حکومت میں غیر مسلموں کی پوزیشن کو اس قدر واضح الفاظ میں بیان کر دیا ہے جن کے لئے کسی تشریح و تفسیر کی بھی ضرورت نہیں رہتی۔ اس نے کہا ہے کہ ان غیر مسلموں کی جان' مال' عزت' عصمت' حتیٰ کہ ان کی عبادت گاہوں تک کی حفاظت مسلمانوں کے ذمے ہے۔ وہ ہر قسم کے نیک سلوک اور عمدہ برتاؤ کے مستحق ہیں۔ نوع انسانی کے افراد ہونے کے جہت سے" ان کی پرورش اور نشو و نما' اسلامی معاشرہ کا فریضہ ہے۔ وہ ان تمام حقوق کے حقدار ہیں جو اسلام کی رو سے ایک انسان کو حاصل ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے یہ بھی بتا دیا کہ چونکہ تمہارا نظام مملکت ایک مخصوص آئیڈیالوجی پر مبنی ہے۔ اس لئے یہ لوگ جو اس آئیڈیالوجی پر یقین نہیں رکھتے' اس نظام کے کل پرزے نہیں بن سکتے۔

لہٰذا جب صورت حال یہ ہے تو پھر اس تبدیلی کے کیا معنی کہ قائد اعظمؒ کی مسلم لیگ کے ہاں تو مسلموں اور غیر مسلموں کا امتزاج اسلام کی تعلیم کے یکسر خلاف تھا اور نواز شریف کی مسلم لیگ میں یہ امتزاج اسلام کے عین مطابق نظر آتا ہے۔

قرآن کی رو سے ایک اسلامی حکومت میں مخلوط انتخاب' تو ایک طرف' غیر مسلموں کو اسلامی دستور و

قوانین کی مجلس شوریٰ میں بھی شریک نہیں کیا جا سکتا۔ نہ ہی انہیں کسی ایسے کلیدی مقام پر رکھا جا سکتا ہے۔ جہاں وہ اس نظام کے ہمراز و معتمد بن جائیں۔ یہ قرآن کا کھلا کھلا فیصلہ ہے۔ جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ ہم اس مقام پر اس حقیقت کو ایک بار پھر دہرا دینا چاہتے ہیں کہ اس سے نہ غیر مسلموں کی کوئی توہین مقصود ہے۔ نہ کوئی تنقیص۔ اس سے صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ جب کوئی مملکت آئیڈیالوجی کی بنیادوں پر **متشکل** ہو گی تو لامحالہ اس کی پوزیشن یہی ہو گی کہ اس کے آئین و قوانین سازی کے امور میں ایسے لوگ شریک نہیں ہو سکیں گے جو اس آئیڈیالوجی پر یقین نہیں رکھیں گے اور نہ ہی ان کا ان لوگوں کے انتخاب اور تعین میں کوئی ہاتھ ہو گا جو ان امور کو سرانجام دیں گے۔ قرآن نے **امرُھم شوریٰ بینھم** میں **بینھم** کی تخصیص اس لئے کی ہے کہ ایسی مملکت کے امور ان لوگوں کے اپنے مشوروں سے طے پائیں گے۔ کوئی غیر اس میں شریک نہیں ہو سکے گا۔

"اگر ہم اپنا وہ اسلامی تشخص برقرار رکھنا چاہتے ہیں جو ہماری مملکت کا وجہ جواز تھا اور جو' اب' ہمارے دستور کا بنیادی تقاضا ہے اور جو ہمارے دستور میں' صدر مملکت' وزیر اعظم' وفاقی و صوبائی وزراء' صوبائی گورنروں' قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے اراکین اور سپیکروں کے حلف ناموں میں ان الفاظ میں موجود ہے"۔ "میں اسلامی نظریہ کو برقرار رکھنے کے لئے کوشاں رہوں گا۔"

کیا غیر مسلم اراکین اسمبلی یہ حلف لینے کے لئے تیار ہوں گے یا کیا مسلم لیگ میں باقاعدہ شمولیت اختیار کرنے سے قبل وہ دائرہ اسلام میں آجائیں گے یا کیا مسلم لیگ اپنے نام سے مسلم کا حصہ ترک کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ یہ وہ سوالات ہیں جو محترم نواز شریف صاحب کے اس بیان کے بعد مسلمانان' پاکستان کو وقف اضطراب رکھے ہوئے ہیں۔

☆ -- ☆ -- ☆ -- ☆

2۔ جمعہ کی چھٹی

روزنامہ جنگ مورخہ 3 جنوری 98ء کی خبر ہے کہ ملی یکجہتی کونسل پاکستان کی اپیل پر گذشتہ روز ملک بھر میں جمعہ کی چھٹی کی بحالی کے حق میں مظاہرے ہوئے۔ مساجد میں علمائے کرام اور خطیب حضرات نے جمعہ کی فضیلت بیان کی اور اسے مسلمانوں کا دینی اور ملی شعار قرار دیتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ جمعہ کی چھٹی بحال کرے۔

اس کے برعکس قرآن کریم کا ارشاد ہے

"مومنو! جب جمعے کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے تو خدا کی یاد (یعنی نماز) کے لئے جلدی کرو اور خرید و فروخت ترک کر دو۔ اگر سمجھو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ پھر جب نماز ہو چکے تو اپنی اپنی راہ لو اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہت بہت یاد کرتے رہو۔"

چنانچہ قرآن کریم کا واضح حکم ہے کہ جمعہ کی نماز کے بعد اللہ کے فضل کی تلاش کے لئے نکل جاؤ لیکن

محترم قاضی حسین احمد صاحب امیر جماعت اسلامی کا اعلان ہے کہ ہم جمعہ کی چھٹی کی خاطر جانی قربانیاں دے سکتے ہیں (حوالہ روزنامہ جنگ مورخہ 6 جنوری 98ء)۔ حالانکہ جب سے جمعہ کی چھٹی بند ہوئی ہے کم از کم لاہور میں جمعہ کی نماز میں نمازیوں کی تعداد کہیں زیادہ بڑھ گئی ہے اس سے قبل جمعہ کی نماز کے وقت لوگ شادیوں میں مصروف ہوتے تھے یا اپنے بچوں کے ساتھ سیر و تفریح میں مشغول۔

☆ -- ☆ -- ☆ -- ☆

3۔ صدارتی بحران

صدارتی بحران بھی ختم ہوا۔ منتخب صدر جناب محمد رفیق تارڑ نے حلف اٹھا کر اپنے کام کا آغاز کر دیا۔ اسے حسن اتفاق کہیئے یا بر وقت تنذیر کہ حلف برداری کی تقریب میں قرآن کریم کی جو آیات تلاوت کی گئیں ان میں کہا یہ گیا ہے کہ

> کہو! کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور پروردگار تلاش کروں؟ ہر انسان اپنے عمل کا ذمہ دار خود ہوتا ہے اور اس کا نتیجہ اسے ہی بھگتنا پڑتا ہے۔ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ سب کو اپنے رب کی طرف پلٹنا ہے اس وقت وہ تمہارے اختلافات کی حقیقت تم پر کھول دے گا۔ وہی تو ہے جس نے تم کو زمین کا خلیفہ بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض کے مقابلے میں زیادہ بلند درجے دیئے تاکہ تمہاری آزمائش کرے۔ بے شک تمہارا رب سزا دینے میں بھی تیز ہے اور بہت درگزر کرنے اور رحم فرمانے والا بھی۔ (الانعام۔ 164/165)

صدر مملکت اور ان تمام اکابرین ملت کو جو اس تقریب میں موجود تھے اللہ کی اس تنذیر کو نوشتہ دیوار سمجھ کر ہر وقت اپنی نگاہوں کے سامنے رکھنا چاہیے کہ وہ بڑا ہی سریع الحساب ہے۔

***

لائف ممبر شپ برائے مجلہ طلوع اسلام

نہ ہر سال زر شرکت بھجوانے کی زحمت' نہ کھاتہ کھولنے کی ضرورت' ایک دفعہ

اندرون	=/1500 روپے
ایشیاء' یورپ' افریقہ	=/8000 روپے
آسٹریلیا' کینیڈا' امریکہ	=/10000 روپے

کے اکاؤنٹ نمبر 7۔3082 نیشنل بینک۔ مین مارکیٹ گلبرگ لاہور کے نام ارسال فرما کے لائف ممبر شپ حاصل کر لیجئے۔

سرکولیشن منیجر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علامہ غلام احمد پرویزؒ

اسلام کیا ہے؟

کسی قوم کی اس سے بڑھ کر بدقسمتی کوئی اور بھی ہو سکتی ہے کہ وہ مسلمان کہلائے لیکن یہ نہ بتا سکے کہ مسلمان کسے کہتے ہیں۔ وہ صبح سے شام تک سینکڑوں' ہزاروں' لاکھوں بار اسلام کا لفظ دہرائے لیکن یہ متعین نہ کر سکے کہ اسلام کیا ہے؟ کسی غیر قوم کے کانوں تک یہ بات پہنچایئے تو وہ اسے باور ہی نہ کرے اور اگر اسے واقعات کی شہادت سے باور کرایا جائے تو اس کے بعد وہ جو کچھ ہمارے متعلق کہے گا' ناگفتہ بہتر۔ 1953ء کے ہنگاموں کے بعد' کمیٹی نے (ملک کے عوام سے نہیں) حضرات علمائے کرام سے کہا کہ یہ بتایئے کہ مسلمان کسے کہتے ہیں' تو بہت سوں نے اس سوال کا جواب ہی نہ دیا' اور جنہوں نے جواب دیا' ان میں سے کسی ایک کا جواب دوسرے سے نہ ملا۔ اب سولہ سال کے بعد' ملک میں یہ سوال عام ہو رہا ہے کہ اسلام کیا ہے۔ اس سوال کی ضرورت اس لئے پیش آ رہی ہے کہ اس بات کا فیصلہ کیا جانا مطلوب ہے کہ فلاں شخص کا فلاں نظریہ' عقیدہ' یا عمل' اسلام کے مطابق ہے یا اس کے خلاف۔ اس سوال کے جواب میں جو بھانت بھانت کی بولیاں بولی جا رہی ہیں ان سے پھر 1953ء میں علمائے کرام کے جوابات کی تازہ ہو جاتی ہے۔ اس باب میں مثالیں تو اتنی پیش کی جا سکتی ہیں کہ آپ کو ان کے پڑھنے کے لئے وقت ہی نہ ملے لیکن ہم اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے' یہاں دو چار پر اکتفا کریں گے۔ انہی دو چار دانوں سے آپ دیگ کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

اگست 1969ء کے ماہ نامہ میثاق (لاہور) میں' ڈاکٹر محمد رفیع الدین۔ ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ ڈی لٹ' کا ایک مقالہ شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے "مجوزہ تعلیمی پالیسی"۔ یہ درحقیقت تبصرہ ہے حکومت کی طرف سے حال ہی میں شائع کردہ تعلیمی پالیسی پر۔ اس سلسلہ میں وہ' ملک و ملت کے لئے اسلام کی بنیادی حیثیت و اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

> اب تک اسلام کو پاکستانی ریاست کے تمام اعمال و افعال' بالخصوص تعلیم کی روح بنانے کے راستہ میں جن فرضی رکاوٹوں کا ذکر کیا جاتا رہا ہے' ان میں سے ایک یہ ہے کہ کسی کو معلوم ہی نہیں کہ اسلام ہے کیا۔ اب تک اسلام کی وضاحت کوئی نہیں کر سکا۔ آخر ہم کس اسلام کو جامہ عمل پہنائیں اور دوسری یہ کہ اسلام میں کئی فرقے ہیں۔ اگر اسلام یہاں لایا گیا تو وہ کس فرقے کا اسلام ہو گا۔

اعتراضات آپ نے دیکھ لئے۔ اب پہلے' ان پر تنقید ملاحظہ فرمایئے۔ فرماتے ہیں۔

> یہ دونوں اعتراضات قطعی طور پر غلط اور بے بنیاد ہیں۔ یہ یا تو ان لوگوں کے توہمات ہیں جو اسلام

سے ناواقف ہیں اور جن کی تربیت ایسے بے دین' بے علم اور دہریت پسند ماحول میں ہوئی ہے کہ ان کو موقعہ ہی نہیں مل سکا کہ وہ اسلام کو جان سکیں یا سمجھ سکیں یا یہ ان لوگوں کے بہانے ہیں جو اپنی سفلی اور حیوانی خواہشات میں اس قدر غرق ہیں کہ اسلام کے مرد آزما اور مرد آفریں اخلاقی ضابطے کو اپنے آپ پر عائد نہیں کر سکتے اور اسلام کی آمد کے خیال سے کانپ جاتے ہیں یا یہ ان لوگوں کی چالیں ہیں جو دوسرے ازموں کے پراپیگنڈہ کا شکار ہو چکے ہیں اور دل ہی دل میں ان کے فروغ کے متمنی ہیں اور یا پھر یہ ان مغربی دانش وروں کا گمراہ کن پراپیگنڈہ ہے جو ڈرتے ہیں کہ اگر اسلام ایک سیاسی' علمی اور اخلاقی قوت کی حیثیت سے پھر دنیا میں ابھر آیا تو ان کی بے خدا تہذیب ان کے سامنے مٹ کر رہے گی۔

اس کے بعد ارشاد ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ اسلام ایک ایسا سیدھا سادہ صاف اور واضح دین ہے کہ اس کی بنیادی تعلیمات کے بارے میں کوئی دیانت دار اور واقف حال انسان کسی شک یا الجھن میں نہیں رہ سکتا اور اسلام میں کوئی ایسے فرقے موجود نہیں جو اسلام کی ضروری اور بنیادی باتوں میں ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے ہوں۔ (صفحہ 3)

کتنی بڑی نوید جاں فزا ہے یہ نشید دلنواز کہ ڈاکٹر صاحب نے اسلام کا ایک ایسا مفہوم پا لیا ہے جس میں کسی کو کوئی شک یا الجھن نہیں ہو سکتی' اور جو مسلمانوں کے تمام فرقوں کے نزدیک متفق علیہ ہے۔ یقیناً آپ یہ معلوم کرنے کے لئے بے تاب ہوں گے کہ اسلام کا وہ مفہوم کیا ہے۔ ہم آپ کو زیادہ دیر تک زحمت کش انتظار میں نہیں رکھنا چاہتے۔ وہ مفہوم ملاحظہ فرمائیے۔ ارشاد ہے۔

ان دنوں بعض لوگ اسلامی اصولوں کے نفاذ کا ذکر کرتے ہیں۔ لیکن اسلام کا سب سے بڑا اور بنیادی اصول' خدا کی محبت اور عبادت ہے یعنی یہ کہ انسان خدا سے محبت کرے۔ خدا کی ستائش کرے اور اپنے تمام اعمال و افعال کو خدا کی محبت کے تابع بنائے۔ کلمہ توحید اسی اصول کا بیان ہے۔ یہ اصول' اسلام کی ابتداء اور انتہا ہے۔ اس کے بغیر اسلام کی کوئی ہلکی سی ابتداء بھی ممکن نہیں اسلام کے اور تمام اصول اسی اصول سے نکلے ہیں اور اسی پر مبنی ہیں۔

آپ نے ملاحظہ فرما لیا اسلام کی بنیادی اصول کیا ہیں اس کے بعد' اس امر کے فیصلہ کرنے میں کسی کو کوئی دقت پیش آ سکتی ہے کہ فلاں شخص کا فلاں نظریہ' عقیدہ یا عمل' اسلام کے خلاف ہے یا نہیں؟

اب رہا اس اصول کا متفق علیہ ہونا۔ سو میثاق کی زیر نظر اشاعت کے ساتھ ہی' مجلہ ایشیاء کا 7 اگست کا شمارہ سامنے آیا ہے۔ اس میں ایک صاحب نے مودودی صاحب سے کہا۔

انسان کا رشتہ اللہ تعالیٰ سے ہرگز خوف پر مبنی نہیں ہو سکتا--- یہ نظریہ ایک پاکستانی مفکر کا ہے۔ آپ کا اس کے متعلق کیا خیال ہے؟

اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا۔

یہ نظریہ قرآن و حدیث دونوں سے ٹکراتا ہے۔ قرآن و حدیث میں متعدد مقامات پر کہا گیا ہے کہ

خدا سے ڈرو بھی اور اس سے محبت بھی کرو۔ ڈر' خوف' طمع اور محبت یہ سب انسان کے فطری جذبات ہیں اور عملی زندگی میں انسان ہر وقت ان کا مظاہرہ کرتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو راہ راست پر رکھنے کے لئے ان فطری جذبات کا مرجع اپنی ذات کو قرار دیا ہے تاکہ انسان کے ان جذبات کو پرکھنے کے لئے ان فطری جذبات کا مرجع اپنی ذات کو قرار دیا ہے تاکہ انسان کے ان جذبات میں اعتدال و توازن قائم رہے اور یہی جذبات اس کے لئے نیکی و بھلائی کے فروغ کا ذریعہ ثابت ہوں۔ مثلاً" یہ فرمایا گیا ہے کہ اپنے رب سے ڈرو جو شخص اپنے رب سے ڈرے گا' وہ ساری دنیا کا خوف اپنے دل سے نکال دے گا اور دنیا کی کوئی طاقت بھی اسے حق پرستی سے باز نہ رکھ سکے گی۔ اس کے برعکس' اگر وہ بندوں سے ڈرے گا تو ان کے ڈر سے بہت سے بھلائی کے کاموں کو بھی چھوڑ بیٹھے گا۔ اسی طرح فرمایا کہ طمع اپنے خدا سے ہونا چاہیے۔ یعنی دنیا میں کسی اور سے لالچ نہ رکھو۔ لالچ تمہیں صرف اپنے خدا سے رکھنی چاہیے۔ اب ظاہر ہے کہ جو شخص خدا سے لالچ رکھے گا وہ کبھی برے کاموں میں اپنی جان اور مال نہیں کھپا سکتا۔ نیک کاموں میں ہی انہیں صرف کرے گا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ سے محبت کا جذبہ بھی انسان کو راہ راست سے بھٹکنے نہیں دیتا جو مفکر صاحب یہ نظریہ پیش کرتے ہیں کہ انسان کا اللہ تعالیٰ سے رشتہ ہرگز خوف پر مبنی نہیں ہو سکتا۔ وہ بے سوچے سمجھے ایک بات کہتے ہیں۔

یعنی ڈاکٹر رفیع الدین صاحب کے نزدیک' اسلام کے بنیادی اصول' خدا سے محبت اور صرف محبت ہے۔ لیکن مودودی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ نظریہ قرآن اور حدیث دونوں سے ٹکراتا ہے۔ اسلام کا بنیادی اصول' خدا سے خوف اور محبت' دونوں ہیں۔

اب یہ بات' ڈاکٹر صاحب موصوف اور مودودی صاحب کے طے کرنے کی ہے کہ ان میں سے کس کا نظریہ' اسلام کے مطابق ہے اور کس کا اس کے خلاف۔

☆ -- ☆ -- ☆ -- ☆

اس کے بعد ہمارے سامنے' جماعت اسلامی کے نظریات کا ترجمان' ماہ نامہ چراغ راہ (کراچی) کا اگست کا شمارہ آتا ہے۔ مودودی صاحب نے اپنے متعلق کہہ رکھا ہے کہ وہ نہ قدامت پسند طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں نہ جدت پسند سے۔ وہ " بیچ کی راس " کے آدمی ہیں۔ اس بنا پر' جماعت اسلامی کے نقبا مسلک یہ ہوتا ہے کہ وہ قدامت پرست طبقہ میں بھی کیڑے ڈالتے رہتے ہیں اور جدت پسندوں میں بھی' تاکہ اس سے بیچ کی راس کے آدمی کی اہمیت نمایاں ہو جائے مذکورہ بالا ماہ نامہ چراغ راہ کے افتتاحیہ میں بھی یہی موقف اختیار کیا گیا ہے۔ پہلے قدامت پرستوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ

کیا ایسے لوگ ہمارے معاشرہ کا کوئی موثر طبقہ ہیں اور کیا وہ عوام کے اندر اتنے اثر و رسوخ کے مالک ہیں کہ لوگوں کو اسلام کو حقیقی معنوں میں اختیار کرنے سے روک سکیں؟ کیا لوگ ان کے پیچھے چل رہے ہیں۔

اس طبقہ کے اسلام' اور ان کی حیثیت کو یوں ختم کرنے کے بعد' چراغ راہ جدت پسند طبقہ پر برسا ہے' اور اسے اسلام کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ قرار دے کر لکھتا ہے۔

اس کشمکش کا صرف ایک ہی حل ہے' اور وہ یہ کہ مغرب زدہ طبقہ اپنی روش پر نظرثانی کرے اور امت کی مجموعی رائے کے مقابلے میں اپنی قلیل اقلیت کی رائے پر اصرار نہ کرے اور حقیقی اسلام کی صورت کو مسخ کرنے کی روش ترک کر دے وہ اس حقیقت کو تسلیم کر کے کہ یہ امت اگر دینی و دنیاوی ترقی سے بہرہ یاب ہو سکتی ہے تو حقیقی اور بے آمیز اسلام کے سائے تلے ہی ہو سکتی ہے۔ اس کو اس راہ پر آگے بڑھنے سے روکنے کی کوشش' اس کے ساتھ ایک بدخواہی ہے۔ امت مسلمہ پر اس شخص کے لئے دیدہ و دل فرش راہ کرنے پر تیار ہے جو اس کے معاشرے کے بگاڑ کو دور کر کے اسے دین کی حقیقی شاہراہ پر چلا دے۔ وہ ان ہی لوگوں کی راہنمائی دل سے تسلیم کر سکتی ہے جن کے بارے میں اسے یہ اعتماد ہو کہ وہ دین کے معاملے میں مخلص ہیں اور ان کا کوئی قدم خدا اور رسولؐ کی منشاء کے خلاف نہ اٹھے گا۔

یعنی ان کے نزدیک' "حقیقی اور بے آمیز اسلام" امت کی مجموعی رائے کا نام ہے۔ یہ وہی امت ہے جسے مودودی صاحب "چڑیا گھر کے جانور" قرار دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ ان میں کے (999) فی ہزار' اسلام کی الف۔ ب تک سے نا آشنا ہیں اور ان کی مجموعی رائے کے مطابق جو حکومت قائم ہو گی۔ وہ "مسلمان کی کافرانہ حکومت ہو گی"۔

لیکن چراغ راہ کے مقالہ کی رو سے' ان کی "مجموعی رائے" بھی اسلام میں سند کا درجہ نہیں رکھے گی' اس لئے کہ یہ خود دوسروں کی راہ نمائی کے محتاج ہوں گے۔ لہٰذا' سند و حجت ان لوگوں کا اسلام ہو گا' جن کی راہ نمائی یہ لوگ دل سے تسلیم کریں گے اور یہ' دل سے راہ نمائی انہی کی تسلیم کریں گے۔

جن کے بارے میں انہیں یہ اعتماد ہو کہ وہ دین کے معاملہ میں مخلص ہیں اور ان کا کوئی قدم خدا اور رسولؐ کی منشاء کے خلاف نہ اٹھے گا۔

اور ظاہر ہے کہ اس قسم کے لوگ' جماعت اسلامی کے "صالحین" کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا' ان حضرات کے نزدیک' اسلام نام ہوا جماعت اسلامی کے اتباع کا۔

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ اسلام کی صحیح تعبیر علمائے کرام کے ہاں سے مل سکتی ہے۔ لیکن جماعت اسلامی کا علماء کے بارے میں بھی عجیب مسلک ہے۔ جب علماء حضرات ان کی مخالفت کرتے ہیں تو یہ انہیں من حیث الجماعت مطرود قرار دیتے ہیں۔ 45-1944ء کی بات ہے۔ علامہ موسیٰ جار اللہ مرحوم نے' مودودی صاحب کے نام ایک خط میں ہندوستان کے علماء کی حالت کے خلاف شکایت کی۔ انہوں نے اس کے جواب میں فرمایا کہ۔

علامہ نے ان سطور میں علمائے ہند کی نسبت جن خیالات کا اظہار فرمایا ہے کہ اس کا حرف حرف صحیح ہے بلکہ اس سے زیادہ و تحقیر کے وہ سزاوار ہیں لیکن نہایت ادب کے ساتھ ہم اتنی گزارش ضرور کریں گے کہ ان جرائم کے مجرم تنہا ہندوستان ہی کے علماء نہیں ہیں بلکہ اس باب میں تمام

عالم اسلامی کے علماء کا حال یکساں ہے .... ہر جگہ کے علماء اپنے انجام کو پہنچ گئے (ہیں) اور قدرت کی طرف سے ان جرائم کی جو سزا مقرر تھی وہ ان کو مل چکی ہے۔

(ترجمان القرآن۔ جنوری۔ فروری 1945ء)

لیکن، جب یہی علماء کسی بات میں ان کے ہم نوا ہوتے ہیں، تو ان کا قول، اسلام میں سند قرار پا جاتا ہے (مثلاً") پاکستان ٹائمز کی اشاعت بابت 14 اگست 1969ء (یوم آزادی نمبر) میں، مودودی صاحب کا ایک مقالہ شائع ہوا ہے جس کے عنوان کا ترجمہ ہے "ایک پاکستانی کے نزدیک آزادی کا مفہوم کیا ہے۔" اس میں وہ ان قوانین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جن کی مخالفت مودودی صاحب نے کی تھی، لکھتے ہیں۔

پاکستان کے مسلمان حکمرانوں نے علماء متفقہ فتویٰ کے علی الرغم اسلامی قوانین میں ترمیم و تنسیخ اور تغیر و تبدل کر دیا۔

☆ -- ☆ -- ☆ -- ☆

میثاق اور المنبر (لائل پور) دونوں، کا تعلق ان لوگوں سے ہے جو 1985ء میں "اٹھارہ برس کے بعد، جماعت اسلامی کے راہ گم کردہ قافلے" سے الگ ہوئے تھے۔ میثاق کا نظریہ اسلام ہم دیکھ چکے ہیں۔ اب المنبر کی تشریحات ملاحظہ فرمائیے۔ اس نے اپنی اشاعت، بابت 25 جولائی لغایت یکم اگست کے صفحہ اول پر، صدر مملکت کے اس اعلان پر ہدیہ تبریک پیش کیا ہے کہ "اگر کوئی گروہ یا جماعت، اسلام کے بنیادی اصولوں اور پاکستان کی سالمیت کے منافی کوئی بات پھیلائے گی، یا ہمارے عوام کے اتحاد و استحکام میں رخنے ڈالنے کی کوشش کرے گی تو وہ عوام اور ان کی مسلح افواج کے غیظ و غضب کو دعوت دے گی" اس کے بعد، اس نے لکھا ہے کہ "اتنے عظیم کارنامے کو انجام دینا اگرچہ صدر مملکت کی ذمہ داری ہے، تاہم ہر پاکستانی مسلمان پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اس اہم کام میں صدر مملکت کا ہاتھ بٹائے۔" اس کے بعد، اس نے لکھا ہے۔

"اس سلسلے میں سب سے پہلا تعاون یہ ہے کہ ان کوششوں کی نشاندہی کی جائے جو پاکستان میں اسلام کے بنیادی اصولوں کے منافی مسلسل جاری ہیں اور جن سے ایک طرف مملکت عزیز کی سالمیت کو خطرہ لاحق ہے اور دوسری جانب پاکستانی عوام کا اتحاد پارہ پارہ ہو رہا ہے، اور وہ ذہنی انتشار میں مبتلا ہو رہے ہیں --- اس تعاون ہی کے جذبے سے ہم عرض کریں گے کہ سب سے زیادہ شرانگیز حرکتیں جو پچھلے بائیس برس سے خلاف اسلام و پاکستان ہو رہی ہیں، ان میں سے چند حسب ذیل ہیں۔

اور وہ شرانگیز حرکتیں، المنبر کے الفاظ میں یہ ہیں۔

1۔ اب تک اسلام کا شور مچایا گیا، اور متعدد ادارے بھی اس مقصد کے لئے قائم کئے گئے کہ یہاں اسلام کو فروغ حاصل ہو، مگر عملاً" ہوا یہ کہ "اسلام" ہی کو اپنی غلط زندگی کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی گئی اور اسلام کا ایک ایسا ایڈیشن تیار کرنے کی کوشش کی گئی جو مغربی زندگی کی قائم ملعون عادتوں کو سند جواز مہیا کرے، بالفاظ واضح، اسلام میں تحریف و ترمیم کے دروازے

کھولے گئے اور اسلام کے "مغربی ایڈیشن" کی تیاری کے لئے ہاتھ پاؤں مارے گئے۔

2۔ ثقافت کے نام پر اسلامی قدروں کو ملیامیٹ کرنے کی پوری پوری کوشش ہوئی اور جن امور کو اسلام نے غیر مبہم انداز میں خدا کے غضب کو بھڑکانے کا باعث بتایا تھا' ثقافت' کے نام پر ان سب کو عام کیا گیا۔ عریانی' بے حجابی' رقص' سرود' مرد و زن کا اختلاط اور پھر ان محفلوں میں شراب نوشی اور دوسرے محرکات کا ارتکاب عام ہوا۔

3۔ اسلام کے ساتھ بعض دوسرے ازموں کو گڈمڈ کرنے کا سلسلہ شروع ہوا اور بات "اسلامی سوشلزم" خالص سوشلزم اور پاکستان کو سیکولر اسٹیٹ بنانے کی مساعی تک پہنچی۔

4۔ اس مقصد کے حصول کے لئے صوبائی عصبیتوں کو ابھارا گیا۔ طبقاتی نزاع کو ہوا دے کر باہمی تصادم کی تحریکات چلائی گئیں اور اسلامی مشاہیر کے بالمقابل غیر مسلم مشاہیر ملحدانہ تحریکات و نظریات کے علمبردار اور غیر ملکی رہنماؤں کی تصاویر کو پوجا جانے لگا اور فخر و مباہات سے ان کی تصویروں کے بیج سینوں پر آراستہ کئے گئے۔

5۔ حضور خاتم النبین علیہ التحیۃ و التسلیم کی ذات اقدس جو اس امت کے لئے واحد مرکزی حیثیت اور نکتہ اتحاد ہے' آپؐ سے رشتہ اخلاص کمزور کرنے کے لئے بعض اشخاص کو بحیثیت نبی و رسول کے پیش کیا گیا اور ببانگ دہل کہا گیا کہ اگر ان پر ایمان نہ لایا گیا تو حضورؐ پر ایمان سے نجات حاصل نہ ہو سکے گی۔

ان تفصیلات کو بیان کرنے کے بعد' المنبر نے کہا ہے۔

یہ اور اس قسم کی تخریبی مساعی ہیں جو اسلام اور پاکستان کی سالمیت کے خلاف مسلسل جاری ہیں' اور جن کی وجہ سے ملت اسلامیہ پاکستان انتشار اور باہمی تصادم میں مبتلا ہے۔ اگر صدر مملکت' اپنے عظیم اور دو ٹوک اعلان کے مطابق ان سرگرمیوں کا سدباب کر سکیں تو اسلام کی اس عظمت کو بحال کرنے کے راستے کھل جائے گئے جن کی بحالی کو آپ نے 25 مارچ کے انقلاب کا سب سے بڑا مقصد قرار دیا تھا۔۔۔ اللہ تعالیٰ صدر مملکت کو اس عظیم کارنامہ کے انجام دینے کی توفیق سے نوازیں۔ آمین! یا رب العالمین!!

☆ -- ☆ -- ☆ -- ☆

یہ رہا مذہب پرست طبقہ' جہاں تک "منسٹروں" کا تعلق ہے' ان کی کیفیت ان سے بھی عجیب تر ہے۔ پاکستان ٹائمز کی 14 اگست 1969ء کی اشاعت میں' ڈاکٹر جاوید اقبال (خلف الرشید علامہ اقبالؒ) کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے "آئیڈیالوجی آف پاکستان۔" اس میں وہ رقمطراز ہیں۔

پاکستان کی اسلامی مملکت' ایک مثالی سیکولر مملکت کی تمام خصوصیات کو اپنے اندر جذب کر لیتی ہے' ان معنوں میں کہ پاکستان میں "مذہب شخصی معاملہ (Personal Affair) ہے' اور مملکت اپنے تمام شہریوں ۔۔۔ سنی' شیعہ' وہابی اور اسلام کے دیگر فرقوں ۔۔ کی مادی ترقی اور فلاح و بہبود کی ذمہ دار ہے۔

اس کے برعکس، مودودی صاحب، ایک ایسی مملکت کو جس میں مذہب، افراد کا شخصی معاملہ قرار پائے، "مسلمانوں کی کافرانہ حکومت" قرار دیتے ہیں۔

☆ -- ☆ -- ☆ -- ☆

یہ ہیں اسلام کے وہ چند بنیادی اصول و مفاہیم جو پچھلے چند دنوں میں ہمارے سامنے آئے ہیں۔ آپ ان پر غور کیجئے اور سوچئے کہ کیا اس سے اسلام کا کوئی متفق علیہ مفہوم سامنے آتا ہے؟ اور ابھی ہم نے اس اسلام کا ذکر ہی نہیں کیا جو مختلف فرقوں کے نزدیک "حقیقی اسلام" ہے۔ ان حالات میں یہی کہا جائے گا کہ خیریت اسی میں ہے کہ جو اپنے آپ کو مسلمان کہے اسے خاموشی سے مسلمان تصور کر لیا جائے۔ لیکن یہ "خیریت" تو اسی وقت تک ہے جب تک ہمارے ہاں کے اسلام کے اجارہ دار حضرات کے ہاتھ میں اقتدار نہیں آتا۔ اگر اقتدار ان کے ہاتھ میں آجائے تو پھر یہ خیریت بھی ختم ہو جائے گی۔ اس لئے کہ جماعت اسلامی کے نزدیک، نہ کوئی پیدائشی مسلمان، مسلمان قرار پا سکتا ہے اور نہ ہی کسی شخص کو محض اس بنا پر مسلمان تصور کر لیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے۔ مودودی صاحب نے واضح الفاظ میں کہہ رکھا ہے کہ

> جماعت اسلامی میں کوئی شخص محض اس مفروضہ پر شامل نہیں ہو سکتا کہ جب وہ مسلمان گھر میں پیدا ہوا ہے اور اس کا نام مسلمانوں کا سا ہے تو وہ ضرور مسلمان ہو گا۔

(ترجمان القرآن۔ بابت محرم 1360ھ)

چنانچہ جب انہوں نے پہلے پہل اس جماعت کی تشکیل کی ہے تو انہوں نے اس میں شامل ہونے والوں کی، اپنے ہاتھ میں تجدید ایمان کی تھی۔ لہٰذا، ان کے نزدیک نہ کسی کا مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہونا اسے مسلمان تصور کرا سکے گا اور نہ ہی اس کا یہ کہنا کہ وہ مسلمان ہے۔ انہیں ان جیسا اسلام لا کر مسلمان ہونا پڑے گا، ورنہ ایک سال کے نوٹس کے بعد انہیں قتل کر دیا جائے گا۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے۔ طلوع اسلام۔ بابت جولائی 1969ء کے لمعات) مودودی صاحب غالباً" ابھی سے ان لوگوں کی فہرستیں مرتب فرما رہے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنے مقالہ، (مطبوعہ پاکستان ٹائمز۔ 14 اگست) کے آخری پیرا میں لکھتے ہیں۔

> یہ چیز ہمارے چہروں پر جلی حروف میں لکھی ملتی ہے کہ یہاں ایک ایسی قوم ہے جو انگریزوں کو ملک سے نکال دینے کے بعد، اور بھی زیادہ انگریز بننے کے لئے شائق ہے۔ اگر (ان میں سے) کوئی انگریز نہیں بن سکا تو وہ امریکن یا روسی یا چینی بننے کی کوشش کر رہا ہے۔ مسلمان رہنے یا بننے کا وہ قطعاً" خواہشمند نہیں۔ اتنا ہی نہیں۔ ہماری پیشانیوں پر یہ بھی لکھا ملتا ہے کہ یہاں ایک ایسی قوم بھی ہے جو اپنے انگریز آقاؤں کے چلے جانے سے خوش نہیں۔ یہ کچھ مبالغہ آمیز سی بات نظر آئے گی لیکن ہے یہ حقیقت۔ اس لئے کہ ہم انگریزی بولنا، انگریزوں کی طرح رہنا سہنا، انگریزوں کے مسلط کردہ نظام تعلیم کو باقی رکھنا اور اپنے معاملات کو انگریزوں کے انداز کے مطابق طے کرنا پسند کرتے ہیں۔ مختصراً" ہم اس بات کے لئے قطعاً" تیار نہیں کہ جو چیز انگریزوں سے متعلق ہے اسے خیرباد کہہ کر اپنے اس انداز زیست اور کلچر کا احیاء کریں جس کا تصور اسلام نے دیا ہے۔

اس پر کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں۔
لیکن جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں ' پاکستان میں اسلام ' کوئی انجی عقیدہ ' یا شخصی معاملہ نہیں رہا کہ اس کا جو تصور کسی کو پسند آئے وہ اسے اختیار کر لے۔ اس نے یہاں مملکت کے بنیادی نظریہ کی حیثیت اختیار کر رکھی ہے۔ کم از کم ہم سب کا دعویٰ یہی ہے اور بعض معاملات میں اس کی یہ حیثیت عملی طور پر بھی سامنے آتی ہے۔ مثلاً" پاکستان کے آئین کی رو سے (خواہ وہ 1956ء کا تھا 1962ء کا) صدر مملکت کا "مسلمان " ہونا لازمی تھا اور مملکت کے قوانین کا اسلام کے مطابق ہونا بھی بنیادی تقاضا۔ اب محترم صدر مملکت نے یہ بھی فرما دیا ہے کہ اسلام کے بنیادی اصولوں کے منافی کسی بات کا پھیلانا' مسلح افواج کے غیظ و غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہو گا۔ آپ سوچئے کہ اسلام کی ہمارے ہاں پوزیشن تو یہ ہے کہ (اور اس کی ایسی پوزیشن ہونی ہی چاہیے) لیکن اس کا کوئی متفق علیہ مفہوم ہمارے ہاں متعین نہیں۔ نتیجہ اس کا یہ کہ ہم بائیس برس سے پریشانی فکر و نظر کی وادیوں میں بدحواس پھر رہے ہیں اور ہمارا کوئی قدم منزل کی طرف نہیں اٹھتا۔ اس لئے کہ جب منزل ہی متعین نہ ہو تو اس کی طرف قدم کیسے اٹھے ؟ جو قوم بھی اپنے نظریات حیات کا مفہوم متعین نہیں کرتی' اس کی یہی کیفیت ہوتی ہے۔ یاد رکھئے۔ جب تک اسلام کا مفہوم متعین نہیں کیا جاتا' نہ ہمارے آئین و قوانین اسلام کے مطابق مرتب ہو سکتے ہیں' نہ ہم اس کا فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ہمارا کون سا نظریہ اور عقیدہ اسلام کے خلاف ہے اور نہ ہی ہم میں ملی وحدت پیدا ہو سکتی ہے۔ اسے اچھی طرح سمجھ رکھنا چاہیے کہ تعین منزل کا نام ایمان ہے اور اس کی طرف عملاً قدم اٹھانے کا نام اسلام اور یہی نظریہ پاکستان ہے۔ تشکیل پاکستان کے بعد ہمارا سب سے پہلا فریضہ یہ ہونا چاہیے تھا کہ ہم ان اصطلاحات کا صحیح مفہوم متعین کرتے۔ ہم نے آج تک یہ نہیں کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اسلام اور نظریہ پاکستان کے الفاظ' دن رات دہرائے جاتے ہیں لیکن ہماری عملی زندگی میں ان کی کوئی جھلک نظر نہیں آتی۔ یہی بائیس برس پہلے کرنے کا کام تھا' اور یہ آج کرنے کا کام ہے۔ لیکن۔

نیست ایں کار فقیہاں اے پسر!

❊❊❊

آپ طلوع اسلام کی مدد کیسے کر سکتے ہیں؟

☆۔ اپنے احباب کو طلوع اسلام کا خریدار بنایئے

☆۔ اپنے شہر میں طلوع اسلام کی ایجنسی قائم کیجئے

☆۔ کسی مقامی ایجنٹ کو تیار کیجئے کہ وہ طلوع اسلام کا لٹریچر منگائے

ممکن ہو تو اپنے علاقے سے طلوع اسلام کے لئے اشتہار مہیا کیجئے

PAMPHLETS -- پمفلٹ

ادارہ طلوع اسلام دینی موضوعات پر پمفلٹس شائع کرتا رہتا ہے۔ مندرجہ ذیل پمفلٹس بحساب ایک روپیہ فی پمفلٹ، علاوہ ڈاک خرچ دستیاب ہیں۔

1۔ دنیا نظام محمدیؐ کے لئے بیتاب ہے
2۔ اسلام ہی کیوں سچا دین ہے؟
3۔ اسلامک آئیڈیالوجی
4۔ الصلوٰۃ
5۔ تحریک طلوع اسلام کا مقصد و مسلک
6۔ الزکوٰۃ
7۔ اسلام کیا ہے؟
8۔ کافر گری
9۔ کیا اسلام ایک چلا ہوا کارتوس ہے
10۔ آرٹ اور اسلام
11۔ عورت قرآن کے آئینے میں
12۔ عالمگیر افسانے
13۔ رحمت اللعالمین
14- ISLAMIC IDEOLOGY
15- Is Islam A Failure
16۔ مرزائیت اور طلوع اسلام
17۔ اسلامی قانون سازی کا فریضہ
18۔ دعوت پرویزؒ کیا ہے؟
19۔ اسلامی قوانین کے راستے میں کون حائل ہے
20۔ کیا قائد اعظم پاکستان کو سیکولر اسٹیٹ بنانا چاہتے تھے۔
21- Why Is Islam The Only True Deen

(سرکولیشن مینجر۔ ماہنامہ طلوع اسلام)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رحمت اللہ طارق

قبلہ اول -- مسجد الحرام - یا - مسجد اقصیٰ

چند ہفتے ہوئے معاصر " ڈن " نے ایک مضمون چھاپا تھا جس میں فاضل مضمون نگار نے اپنی معلومات کی حد تک قبلہ اول مسجد الحرام کی بجائے مسجد اقصیٰ کو ٹھرایا تھا۔ وہ ایک مذہبی سکالر اور مذہبی دانشور ہیں۔ میں ان کا صمیم قلب سے احترام کرتا ہوں خاص کر علامہ وحید الدین خان صاحب تحقیق و ریسرچ کے ایسے مقام پر فائز ہیں جن کا احترام لازمی ہو جاتا ہے۔ تاہم میری حد علم تک ان کی یہ تحقیق محل نظر ہے کہ میرے نزدیک کسی بھی دور میں، خواہ سولہ ماہ کے لئے ہی سہی، بیت المقدس کو قبلہ اول کی حیثیت حاصل نہیں رہی۔ ایسا تسلیم کرنا قرآن حکیم کی اپنی ذاتی وضاحت کے صریح خلاف ہے۔ ارشاد ہے۔ **ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ**

کائنات بشری کی توجہ کے لئے سب سے جو پہلا گھر تعمیر ہوا وہ مکہ ہی میں تعمیر ہوا۔ (عمران، 96)

اتنی وضاحت کے باوصف مسلمانوں کو باور کرانا کہ ہیکل سلیمانی بھی قبلہ اول رہا ہے، کم از کم قرآن کا علم رکھنے والے کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علم و بصیرت کے باوصف قرآن کی صریح ہدایات کو نظر انداز نہ کر سکتے تھے۔ تو اس کے جواب میں فرمایا جاتا ہے کہ -- اس کی وجہ مسلمہ طور پر یہود کی تالیف قلب تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مدعور کی حیثیت رکھتے تھے۔ (روزنامہ " ڈن " 21 نومبر 97)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ **بلغ ماانزل** میں حسب ضرورت التواء اور تاخیر سے کام لینے کے مجاز تھے۔ لیکن رسول ---- اللہ کے دین کے پاسبان ہوتے ہیں۔ وہ اپنی طرف سے نہ کوئی ردو بدل روا رکھتے ہیں نہ کسی کی خوشنودی کی خاطر اللہ کی مشیت کے ساتھ اپنی خواہش اور منشاء کو ردیف بنا لینے کی سوچتے ہیں۔ وہ وہی کر گزرتے ہیں جس کا انہیں اشارہ ملتا ہے۔ فرمایا **ولن ترضٰی عنک الیھود ولا النصاریٰ حتی تتبع ملتھم** آپ سچائی کی کتنی ہی نشانیاں پیش کرو یہود و نصاریٰ تم سے خوش نہ ہوں گے وہ صرف اسی حالت میں خوش ہوں گے کہ تم ان کی ملت کی راہ چلو۔

پھر فرمایا۔

یاد رکھو اگر تم نے ان کی خواہشوں کی پیروی کی۔ باوجودیکہ تمہارے پاس علم و یقین کی روشنی آچکی ہے

تو اللہ کی دوستی اور مددگاری سے تم یکسر محروم ہو جاؤ گے۔ (بقرہ' 120)

بات صاف ہو گئی کہ رسول اللہ کسی کی ہوس اور نا آسودہ خواہش کی تکمیل یا خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اللہ کی عطا کردہ پالیسیوں میں ردوبدل نہیں کر سکتے۔ لہٰذا قرآن پاک کی روشنی میں یہ پس منظر ہی غلط ہے کہ آپ نے یہودیوں کی خوشنودی کے لئے قبلہ مکہ سے منہ پھیر کر قبلہ اقصیٰ کو رخ کیا تھا؟ اتنے بڑے الزام کی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ذمہ داری نہیں ڈالی جا سکتی۔ اللہ نے جب قرآن میں خبر دی تھی کہ اللہ کا پہلا گھر مکہ میں تعمیر ہوا تھا تو اس "خبر" میں یہ مضمون شامل تھا کہ تم بھی اسی گھر کی طرف رخ کیا کرو کہ اب کائنات بشری کی وحدت کا رمزی نشان یہی گھر ہی ہے۔۔۔۔ لیکن دکھ اس بات کا ہے کہ ہمارے اکابر نہ معلوم فرضی پس مناظر کی اساس پر یقین واعتماد کے سرمایہ کو کیوں برباد کرنے کی عادت بنائے ہوئے ہیں؟

پس منظر کے سیاہ پردے میں

پس منظر کی کمین گاہ سے زہر میں بجھے جو تیر چلائے جاتے ہیں ان کی ہلاکت خیزی کا بخوبی احساس کیا جا سکتا ہے تاہم تحویل قبلہ کا پس منظر پھر بھی نارمل ہے۔ یہاں ایسے بھی پس مناظر تجویز ہوتے رہے ہیں جن کی سنگینی حد بیان سے باہر ہے مثلاً" کہا جاتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غیر مسلموں کی خوشنودی اور دلجوئی کے لئے اپنی نبوت کی عصمت تک کو داؤ پر لگانے پر تیار ہو جاتے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کافی دنوں تک یہ کیفیت طاری رہی کہ آپ چاہنے لگے کہ ایسی کوئی آیت نازل نہ ہو جس سے مشرک مشتعل ہوں اور سچ بات سننے سے انکار کر دیں۔ چنانچہ اس خواہش کی پذیرائی میں پھر ایسا ہوا کہ سورہ نجم نازل ہوئی اور آپ آواز دار نماز میں جب **افرایتم اللات والعزی ومنوۃ الثالثۃ الاخری** تلاوت فرمانے لگے تو لوگوں نے ہو بہو رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی آوز میں سنا کہ۔۔ **تلک الغرانیق العلیٰ وان شفا عتھن الترتجیٰ** اس آیت اور پیوندی فقرے کا مفہوم یہ ہے کہ

کیا تم نے لات' عزیٰ اور منات پر کبھی غور کیا۔ (نجم' 20)

کہ یہ سب بلاشبہ عظیم ہستیاں ہیں اور ان کی شفاعت کی پذیرائی یقینی سمجھو (تمام تفاسیر)

یہاں سوال یہ نہیں کہ یہ "شرکیہ" الفاظ زبان پیغمبرؐ پر کیوں (حدیث میں) رواں کرائے گئے؟ وہ تو جو کچھ ہونا تھا وہ ہو گیا اور مفسرین کے عقیدے کے مطابق کہ اسلام کی ترقی اور پذیرائی کے لئے ایسا کرنا ناگزیر ہو چلا تھا لیکن قابل اعتراض یہ امر ہے کہ وحی قرآن اور عصمت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بازیچہ اطفال بنانے کے باوصف بھی اس بات پر مصر' ہیں کہ ان روایات و پس منظر کا وجود چونکہ آفتاب کی طرح روشن ہے لہٰذا کسی بھی زاویہ سے ان کا انکار ناممکن ہے علامہ ابن حجر عسقلانی (1449م) جو امام بخاری کے سب سے بڑے پشتیبان اور وکیل تھے فرماتے ہیں کہ

ان روایات کی اسانید کی بہتات اور خاص کر تین روایات کا مرسل ہونے کے باوصف درجہ صحت

کو پہنچنا ظاہر کرتا ہے کہ اس واقعہ **بائلہ** یعنی رسول اللہ کی زبانی بتوں کی عظمت کے اعتراف کی اصلیت اور صحیح بنیاد موجود ہے۔

(فتح الباری طبع بولاق۔ (1301ھ) جلد 8/333۔334)

بات ختم ہو گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفار کی خوشنودی اور دلجوئی کی خاطر دلی خواہش رکھتے تھے کہ ایسی کوئی آیت نازل ہی نہ ہو جو کفار کو ناگوار گزرے چنانچہ آپؐ کی دلی خواہش کی پذیرائی بھی ہوئی اور آبیاری کی صورت بھی نکل آئی۔ لیکن ابن حجر اور محدثین کے برعکس سیرت النبیؐ کے بڑے مورخ قاضی عیاض (1149م) لکھتے ہیں کہ

سورہ النجم (20) کے ساتھ جن لفظوں کا پیوند لگایا گیا ہے وہ عصمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے منافی ہے جب کہ امت اسلام رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتی اور مجتمع ہے کہ ۔۔۔ بتوں کی تعریف والا پیوند ناپاک اور مسترد کر دینے کے قابل ہے اور یہ کہ امت اسلام اس طرح کی جعلی تنزیل کو کفر سمجھتی ہے۔

(بحوالہ دروس من القرآن محمد عبدہ' طبع بیروت صفحہ 125 و صفحہ 127/19 تا 22)

ان وجوہات کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر کفار کی خوشنودی کے ضمن میں جتنی روایات اور پس منظر تجویز کئے گئے ہیں ان کی اساس ہے نہ اصلیت۔ یہ سب غیروں کی عصمت شکن کارستانیاں ہیں ۔۔۔ خاص کر " تحویل " قبلہ کے ضمن کی روایات اس لئے بھی ناقابل پذیرائی ہیں کہ مسجد اقصیٰ کی طرف رخ کرنے کا سراغ آج تک نہیں مل سکا۔ اتنا تو فقیہ الامت امام صدر **الشریعۃ** (1346م) کو بھی اعتراف ہے۔ وہ طویل تحریر کے آخر میں وضاحت فرماتے ہیں **ولیس ھذا بالکتاب بل بالسنۃ**

سولہ ماہ تک آپؐ کا بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا قرآن کے کسی بھی حکم سے ثابت نہیں ہے۔ ہاں حدیث کی رو سے اثبات کا پہلو نکلتا ہے۔ (التوضیح مع التلویح طبع مصر جلد 2/35)

یعنی امام صدر الشریعت کے استقراء بموجب ۔۔۔۔ اقصیٰ کو قبلہ بنانے کا اثبات کم از کم قرآن محکم سے ناممکن ہے۔ البتہ حدیث سے ممکن ہے لیکن اس پر فقہ اور کلام کے بڑے راہوار **سعد الدین تفتازانی** (1390م) لکھتے ہیں کہ **ولا بالسنۃ**

اور نہ ہی روایات سے کھوج لگ سکتا ہے کہ آپؐ نے سولہ ماہ تک تحویل قبلہ پر عمل کیا ہاں اگر کہا جائے کہ سنت تو نہیں لیکن قرآن سے باہر کسی بھی ذریعہ کے سہارے ایسا کرتے رہے۔ لیکن اگر ایسا تسلیم کر لیا جائے تب بھی غیر قرآنی حکم قطعی اور یقینی نہیں ہو سکتا لہٰذا وہ کسی عقیدے کی اساس نہیں بن سکتا۔ بنابریں ہم پورے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ یروشلم کی طرف رخ کرنا سنت ہے نہ قرآن۔

(**التلویح تفتازانی** طبع مصر 1277ھ۔ یا۔ افضل المطابع لکھنؤ صفحہ 256)

قرآنی اور ذاتی فیصلے

بقرہ 145 میں ہے کہ

اگر تم اہل کتاب کے سامنے دنیا جہان کی ساری دلیلیں بھی پیش کر دو جب بھی وہ تمہارے قبلہ کی پیروی کرنے والے نہیں۔ نہ یہ ہو سکتا ہے کہ علم و بصیرت سے بے بہرہ ہو کر تم ان کے قبلہ کی پیروی کرنے لگو۔ (پھر فرمایا)

یاد رکھو اگر تم نے ان لوگوں کی خواہشوں کی پیروی کی ------ تو تم یقیناً" نافرمانی کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔ (بقرہ' 145)

اس آیت میں واضح کر دیا گیا ہے کہ آپ ؐ نے کسی بھی مرحلے پر اہل کتاب کی دلجوئی کی خاطر پالیسی نہیں بنائی بلکہ قرآن نے آپ ہی فرمایا کہ --- اے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تم ان کی خوشنودی یا دلجوئی کرتے ہوئے یروشلم قبلہ کو خواہ 16 ماہ کے لئے ہی سہی اپناؤ گے تو جہاں ابراہیم ؑ کی قائم کردہ مرکزیت کو تباہ کرو گے وہاں **انک اذالمن الظالمین** نافرمانی کرنے والوں میں شمار بھی ہو گے یعنی آپ مجاز ہی نہیں کہ قبلہ یروشلم کی پیروی کریں۔

ذہنی پسماندہ کون ہیں ؟

بقرہ (142) میں فرمایا

جو لوگ عقل و بصیرت سے محروم ہیں وہ کہیں گے کہ ان کو کیا ہو گیا ہے کہ جس قبلہ کی طرف رخ کرتے تھے ان کا رخ اس سے پھر گیا ہے۔

یہاں مفسرین حضرات اسکے پس منظر میں فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب قبلہ یروشلم کی طرف رخ کرنے لگے تو ذہنی پسماندہ کہنے لگے کہ انہیں کیا ہو گیا کہ اپنے قبلہ کو چھوڑ بیٹھے ؟ وغیرہ لیکن افسوس کہ یہ پس منظر ہی غلط ہے۔ قرآن نے **سفھاء** کے اشارے کو منضبط نہیں کیا اور دوسرا کوئی بھی مجاز نہیں کہ اپنے جی سے پس منظر تجویز کرے اور آیہ کریمہ کو منطبق کر دکھلائے۔ یہاں آیہ کریمہ کے جھروکوں میں جھانک کر دیکھئے تو حقیقت کھل جائے گی کہ یہود کو تعجب کی بجائے خوش ہونا چاہیے تھا کہ یہ مقام مقام تعجب نہیں ہے۔ اس سے تو صاف ظاہر ہے کہ جو یہودی مسلمان ہو کر سابقہ قبلہ کو ترک کر کے مسلمانوں کے قبلے کو اپنا چکے تھے تو ان پر سابقہ بھائی بند یعنی یہودی ازراہ طنز کہنے لگے کہ ان یہودی نو مسلموں کو کیا ہو گیا ہے کہ دین موسیٰ بھی چھوڑ چکے اور قبلہ یروشلم سے بھی منہ پھیر بیٹھے ؟

پس منظر کی آفت

بقرہ (145) کے پس منظر میں فرمایا جاتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ کو ہجرت فرما ہوئے تو

کعبہ کے کلید بردار، کفار مکہ بن گئے تھے جس پر آپؐ اکثر اداس رہتے۔ اس پر اللہ سبحانہ نے ڈھارس بندھائی کہ **دلگیر** نہ ہوں ہم عنقریب تمہارا رخ ایسے قبلہ کی طرف پھیرنے والے ہیں جس سے تم خوشنود ہو جاؤ گے۔ (بقرہ 144)

اس ترجمہ کی اساس پر مفسر حضرات فرماتے ہیں کہ **فلنو لینک** میں اشارہ ہے کہ آپؐ قبلہ ام القریٰ کو چھوڑ چکے تھے جبھی تو اس کی تمنا لئے ہوئے تھے۔ وغیرہ ---۔ لیکن یہ مفہوم ہی سرے سے غلط ہے۔

تولیت کے معنی

یہ درست ہے کہ آپؐ کعبہ کی دوبارہ " تولیت " کے خواہاں اور کلید برداری کی تمنا لئے ہوئے تھے لیکن یہ غلط ہے کہ آپؐ نے قبلہ رخ ہونے کا ابراہیمی معمول ترک کر دیا تھا۔ بات صرف اتنی ہے کہ ہجرت کے بعد کعبہ کی تولیت کفار کے ہاتھوں میں چلی گئی تھی اور آپؐ پر یہ صورت حال شاق گزر رہی تھی کیونکہ حریم کعبہ کا شرک اور بت پرستی کے باعث تقدس پامال ہو رہا تھا۔ وحدت اللہ کا تصور پروان چڑھنے کی بجائے اصنام پرستی کی نذر ہو چکا تھا۔ چنانچہ اللہ نے آپؐ کے اسی اضطراب دروں کو تسکین دیتے ہوئے اپنے حتمی الفاظ میں خبر دی کہ **لتد خلن المسجد الحرام انشاء اللہ**

اللہ نے چاہا تو تمہارا یہ خواب پورا ہو کر رہے گا (اور تمہاری خواہش ضرور پوری ہو گی) کہ تم نہایت اطمینان سے حریم کعبہ میں داخل ہو کر (قبضہ لے کر) رہو گے۔ (فتح، 27)

اور فتح مکہ کی بنیادی غرض ہی یہی تھی کہ کعبہ کو دوبارہ اپنی کسٹڈی (CUSTODY) میں لے لیں چنانچہ اللہ سبحانہ، نے آپؐ کی خواہش پوری کر دی فرمایا **فلنو لینک قبلۃ ترضھا**

ہم تمہیں اس قبلہ عظیم کا متولی بنا دیں گے جس سے تم خوشنود ہو جاؤ گے۔ (بقرہ 144)

یہاں دو لفظ قابل غور ہیں " **قبلۃ** " کا لفظ جو نکرہ برائے تعظیم کے طور پر آیا ہے اور " ولی " کا لفظ جو فیصلہ کن حیثیت سے " متولی " بنا دینے کے معنی میں آیا ہے۔ الولی۔ بنیادی طور پر قریب ہونے کے معنی میں آیا ہے ویسے حکومت، سلطنت اور نگرانی و نظامت کو بھی ولایت کہتے ہیں۔ یہی لفظ متضاد مفہوم میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ کسی سے رجوع کرنے، قریب ہونے اور کسی سے اعراض کرنے اور نفور ہونے کے مفہوم میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اب یہ قرائن پر منحصر ہے کہ وہ کہاں پر کون سے معانی کو موزوں ٹھہراتے ہیں اور غالباً" اسی معنوی تضاد سے دھوکہ کھا کر مفسرین نے جہاں ہر مقام پر **ولی** سے اعراض کرنا مفہوم لیا ہے۔ اسی روش پر چلتے ہوئے بقرہ (144) میں **فلنو لینک** کو بھی اعراض اور منہ پھیرنے کے مفہوم ہی میں استعمال کیا ہے حالانکہ اگر یہ معنی اتنے ہی مطلوب ہوتے تو کلام وحی ہونا چاہیے تھا **فلنولین وجھک قبلۃ ترضھا**۔ لیکن یہاں **وجھک** کی وضاحت نہیں ہے جو رخ پھیرنے کا توانا قرینہ ہو سکتا تھا جس سے معلوم

ہوتا ہے کہ یہاں اعراض نہیں "متولی" بنانا مقصود ہے چنانچہ اللہ کا وعدہ پورا ہو گیا اور فتح (27) کے بموجب صلح حدیبیہ کے دوسرے ہی سال آپؐ مکہ المکرمہ میں فاتحانہ در آئے۔ تب کفار نے درماندہ اور ناتوان ہو کر خود بخود ہی کعبہ کی "تولیت" آپؐ کے سپرد کر دی۔ اس طرح فتح مکہ وعدہ الٰہی کا پہلا مرحلہ تھا جو پورا ہو گیا۔ اب دوسرے مرحلے کا پھر فاء (F) **تعقیب** کے ساتھ پرانے حکم کی تجدید کر دی تاکہ اس دن مسلمان ہونے والوں کو ادراک ہو سکے کہ کعبہ اب بھی پرانے دستور کے مطابق وحدت بشر کا رمزی نشان ہے۔ فرمایا۔ **فول وجھک شطر المسجد الحرام** یعنی فتح مکہ کے بعد دوسرے مرحلے (قبلہ رخ ہونے) کا مکرر حکم دہرایا اور آیہ (بقرہ 141) کے اسی حصے میں **وجھک** اور **وجوھکم** کا اضافہ فرما کر احساس دلایا کہ قبلہ رخ کا قدیمی حکم موکد بھی ہے اور مکرر بھی تاکہ نو مسلم یہ نہ سمجھیں تولیت فتح سے مربوط نہیں ہے۔ بات واضح ہے۔ لیکن منصوبہ سازوں نے جس ماہرانہ ذہنی کاوشوں سے **فلنولینک** کو بیت المقدس سے مربوط کر کے پھر کعبہ کو رخ پھیرنے کا مفہوم لیا ہے جو افسوسناک اور حیرت افزاء ہے۔

***

FOR ALL PUBLICATIONS
OF
ALLAMA GHULAM AHMED PARWEZ®
AND RECORDED LECTURES ON QURAN
PLEASE CONTACT

TOLU-E-ISLAM TRUST
25B,GULBERG2, LAHORE

ACCOUNT NO. CURRENT 4107-35
MAIN GULBERG BRANCH
HABIB BANK LIMTED LAHORE

PHONE: 876219, 5764484, 5753666
FAX 92 42 5764434
EMAIL : tluislam@brain.net.pk
INTERNET http://www.toluislam.com

جی نہیں !۔۔ اس باب میں قرآن کا یہ حکم نہیں !

جب آپ کو کوئی یہ بات کہہ دیتا ہے تو آپ خاموش ہو جاتے ہیں۔ اس لئے کہ آپ کو معلوم ہی نہیں ہوتا کہ

فلاں معاملہ میں قرآن کا حکم کیا ہے اور ہم کیا کرتے ہیں !

نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقات، قربانی، ترکہ، وصیت، نکاح، طلاق، اوقاف، شراب، جوا، حرام و حلال۔ یا مثلاً "شب برات، عید میلاد، قرآن کی حفاظت، ناسخ و منسوخ، تصویر کشی، موسیقی، سینما، مشاعرے، عذاب قبر، حیات بعد الممات، قومی ملکیت، آدم، نبی اکرمؐ اور علم غیب، حضورؐ کا معراج، وحی اور الہام، تاریخ اور قرآن، مرکزیت، غلام اور لونڈیاں وغیرہ

بیسیوں باتیں ایسی ہیں جن کے متعلق آپ کو علم نہیں کہ قرآن کا فیصلہ کیا ہے!

لیکن آپ گھبراتے کیوں ہیں کہ آپ کو ان کا علم نہیں --- یہ سب کچھ ایک ہی جگہ

قرآنی فیصلے

... میں مل جائے گا۔

قیمت (علاوہ ڈاک، پیکنگ خرچ)

مکمل سیٹ اعلیٰ ایڈیشن =/Rs 600

مکمل سیٹ سٹوڈنٹ ایڈیشن =/Rs 300

منیجر طلوع اسلام ٹرسٹ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ڈاکٹر صلاح الدین اکبر

غلام احمد پرویز کے افکار پر ایک نظر

(جواب آں غزل)

روزنامہ پاکستان مورخہ گیارہ نومبر جناب الطاف جاوید صاحب نے ایک فکر انگیز مضمون بعنوان "غلام احمد پرویز کے افکار پر ایک نظر" تحریر کیا ہے۔ مضمون ان کی اسلام سے وابستگی' معاشرے کے پس ماندہ طبقوں کی حالت زار اور ان کی بہتری کا درد اپنے اندر سموئے ہوئے ہے' بہت سے دوسرے لکھنے والوں کے برعکس معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نظر تعصب سے پاک' سائنسی تجزیئے کی قائل اور قدامت پرستوں کی طعن و تشنیع سے غیر متاثر اور آزاد ہے تاہم۔

هزار هم غنی هو هزار هم نظری
کچھ اختلاف کے پہلو نکل ہی آتے ہیں

مگر یہ اختلاف بھی معاندانہ نہیں' سمجھنے سمجھانے کے انداز کا ہے' انسان کی زندگی میں معاشی پہلو کی اہمیت پرویز صاحب کی نظر میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے اور اس کی اہمیت کا' متعدد جگہوں پر اظہار بھی کرتے ہیں' ان کی کتب "خدا اور سرمایہ دار" اور "نظام ربوبیت" زندگی کے اسی پہلو پر اظہار خیال ہے۔ اسلام کا معاشی نظام انسانوں کو' انسانوں کی غلامی سے نجات دلا کر' ان کی بنیادی ضروریات کا ذمہ اپنے سر لے کر انہیں فکر معاش سے آزاد کر دیتا ہے اور اس طرح ان کی مضمر صلاحیتوں کو نکھر کر سامنے آنے کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو دور کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ جو نظام بھی انسانوں کو غلام بنانا چاہتا ہے وہ پہلے معاشی وسائل پر اجارہ داری حاصل کرتا ہے اور پھر **انا ربکم الاعلیٰ** کا نعرہ لگا کر انہیں چیلنج کرتا ہے کہ میرے چنگل سے نکل کر تو دیکھو۔ یہ سب زمینیں میری ہیں۔ اس میں بہتے ہوئے دریا' نہریں میری ہیں' اس میں چھپے ہوئے خزانے بھی میرے ہیں۔ اپنی محنت میرے ہاتھ بیچ دو' ورنہ بھوکے مر جاؤ گے... اور کوئی انسان دو وقت کی روٹی کے لئے کسی کا محتاج ہو جائے تو یہی تو انسانیت کی تذلیل ہے اور انسانیت کی تذلیل قرآن کی بنیادی تعلیم کے خلاف ہے۔ وہ تو ہر انسان کو انسان ہونے' اولاد آدم ہونے کی جہت سے واجب التکریم گردانتا ہے... **ولقد کرمنا بنی آدم۔**

جناب الطاف جاوید صاحب غور فرمائیں کہ فراعین کے ساتھی اور مددگار کون کون ہیں۔ ان کے **مصاحبین** جو ان کی نوازشوں کے بل پر دولت کے انبار جمع کر کے لوگوں کی محنت خرید لیتے ہیں اور پھر

ان کا استحصال کرتے ہیں۔ اپنے خلاف اٹھنے والی آوازوں کو یہ لوگ جبر اور ظلم سے دبا دیتے ہیں اور اگر کبھی یہ جبر انہیں ناکام ہوتا نظر آتا ہے تو وہ اپنی مدد کے لئے ایک اور طبقے کو آواز دیتے ہیں... یہ طبقہ مذہبی پیشوائیت پر مشتمل ہے جو خود کوئی کام نہیں کرتا۔ کسی پیداواری عمل میں شامل نہیں ہوتا' یہ طبقہ جسے قرآن مترفین کا نام دیتا ہے' دوسروں کی کمائی پر پلتا ہے۔

حاکمین وقت اور ان کے حلیف سرمایہ دار' پہلے ان کے گرد تقدس کے ہالے بنتے ہیں' انہیں اونچے سنگھاسن پر بٹھاتے ہیں' ان کے حضور نذرانے پیش کرتے ہیں اس کے عوض یہ حضرات مظلوم و مجبور لوگوں کو اپنی حالت پر صبر و شکر کرنے اور مطمئن رکھنے کے لئے کبھی تقدیر کا فلسفہ سمجھاتے ہیں' کبھی آخرت کی خوشحالیوں کا مژدہ سناتے ہیں اور اپنی حالت کو بہتر بنانے کے لئے ابھرنے والے ان کے جذبات کو ٹھنڈا کرنے کے لئے لوریاں سناتے ہیں یا پھر خدا کے غضب سے ڈرا دھمکا کر سہاتے ہیں' یہ گٹھ جوڑ ازل سے اب تک انسانوں کو غلامی کے بندھنوں میں جکڑے ہوئے ہے۔ قرآن انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے آزادی کا پیغام ہے' وہ اعلان کرتا ہے کہ کسی انسان کو یہ حق حاصل نہیں' چاہے اسے حکومت' کتاب اور نبوت ہی کیوں نہ حاصل ہو' انسانوں سے کہے کہ تم خدا کے نہیں میرے عبد (میرے محکوم' میرے احکام کے پابند) بن جاؤ۔ اسی لئے وہ ایسا معاشرہ تشکیل کرتا ہے جہاں خدا کی حاکمیت اور اس کے نام پر قائم حکومت اپنے زیر انتظام علاقے میں ہر ذی حیات کے رزق کی ذمہ داری اپنے اوپر فرض قرار دیتی ہے۔ روٹی' کپڑا' رہنے کے لئے مکان' دوا دارو' علاج معالجہ' بڑھاپا' لاچاری معذوری کی حالت میں دستگیری سب اس کے ذمہ ہوتے ہیں۔

یہ ہے پرویز صاحب کی فکر۔ اس کے لئے وہ ساری Inspiration ساری روشنی وہ قرآن پاک سے لیتے ہیں۔ اسے آپ سوشلسٹ معیشت کہتے ہیں تو چلئے یونہی سہی مگر جنہیں آپ سوشلسٹ معیشت کے بانی کہہ کر پرویز صاحب کی طرف سے ان کی تعریف نہ کرنے پر اعتراض کرتے ہیں تو یہ حقیقت نہیں۔ اقبال'' بھی مارکس کو کلیم بے تجلی' مسیح بے صلیب اور نیست پیغمبر و لیکن در بغل دارد کتاب کہہ کر خراج تحسین پیش کرتا ہے اور پرویز صاحب بھی انہیں انسانیت کے لئے دل درد مند رکھنے والوں میں شمار کرتے ہیں لیکن اقبال ہی کی طرح وہ ان کی سوچ میں کوتاہیوں اور کمزوریوں کی نشان دہی بھی کرتے ہیں .... وہ اگر ایسا نہ کرتے تو قرآنی نقطہ نظر سے روگردانی کے مرتکب ٹھہرتے۔ یہ کہنا کہ مارکس اور لینن نے پہلی بار غریبوں' پسماندہ' پسے ہوئے طبقوں' کسانوں اور مزدوروں کے حقوق کے لئے آواز بلند کی' یا ان کے لئے جدو جہد کی' زیادتی ہے۔ اسلامی دور میں انسانیت کی فلاح کے لئے بارہا ایسی آوازیں اٹھیں (کامیاب ہوئیں یا ناکام یہ علیحدہ بات ہے)۔ سب سے پہلے ان خطوط کے متن پر غور فرمائیں جو حضور نبی کریمؐ نے قیصر روم اور کسریٰ کو لکھے۔

یہ تو ایسا ہی ہے کہ آپ کہیں آزادی' مساوات اور مواخات کا نعرہ پہل بار روسو یا والٹیر نے بلند کیا تھا۔ باقی دنیا کو تو چھوڑیئے' شاید تعصب نے ان کی نظر ادھر ادھر نہ جانے دی ہو' آپ تو خطبہ حجتہ الوداع سے ناواقف نہ ہوں گے۔ انسانی حقوق کے لئے اس سے بڑا منشور اور کہاں ملے گا اور یہ روسو اور والٹیر

سے صدیوں پہلے کی بات ہے۔

مارکس اور لینن کی جدوجہد اور روسی اشتراکیت انسانیت کے لئے بیسویں صدی میں مساوات کا پیغام ضرور تھا مگر بھانپنے والی نظروں نے شروع ہی میں اس کی جڑ بنیاد میں کمزور پہلو دیکھ لئے تھے، تبھی تو اقبالؒ نے ان کی مساوات کو مساوات شکم کہہ کر پکارا تھا۔ نفی کی بنیاد پر قائم معاشرے کی بے ثباتی اور اس کا انجام وہ دیکھ رہے تھے، اسی لئے اسے محکم اساس تلاش کرنے کا پیغام دے رہے تھے۔ پرویز صاحب نے اسی محکم اساس کی تفصیل فراہم کرنا اپنے ذمہ لی اور سمجھایا کہ انسان صرف جسم کا نام نہیں اور زندگی اسی دنیا میں زندگی نہیں۔ مرنے سے زندگی ختم نہیں ہو جاتی یہ اگلے مرحلے میں داخل ہو جاتی ہے جسے آخرت کی زندگی کہا گیا ہے۔ حیات آخرت پر ایمان محض نظری بات نہیں، اس کا اس زندگی اور اس زندگی کے اعمال سے گہرا ہی نہیں، بنیادی تعلق ہے .... اور وہ بھی معاشی اور معاشرتی۔ آپ اشتراکی معاشرہ ہی لے لیجئے، مساوات پر زور بجا لیکن ہنر مند اور پڑھا لکھا پروفیشنل ایک طرف اور غیر ہنر مند اور ان پڑھ کارکن دوسری طرف۔ اگر آپ ان دونوں کو مساوات شکم کے نام پر یکساں معاوضہ دینے پر اصرار کریں تو آپ ان کو کیسے مطمئن کر سکیں گے۔ ایسے میں ہنر مند کیوں کر پوری دلجمعی اور جوش و جذبے سے کام کرے گا۔ سرمایہ دارانہ نظام میں کام کے لئے جذبہ محرکہ ہوتا ہے۔ یہاں تو یہ بھی نہ رہا پھر کام پر رضامند کون ہو گا اور کیوں ہو گا... اگر دونوں کے معاوضوں میں فرق ہو گا تو یہ تو وہی سرمایہ دارانہ معاشرے کا دستور ہو گا اور بے چینی قائم رہے گی۔ جذبہ محرکہ کی کمی کا رونا برزنیف نے عالمی کمیونسٹ کانفرنس میں یہ کہہ کر رویا تھا کہ ہمیں سمجھ نہیں آتا کہ نئی نسل کو جس نے استحصال نہیں دیکھا کیا کہہ کر کام پر آمادہ کیا جائے ... نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ اسی اشتراکی مملکت کا کام جبر کے زور پر ہوتا رہا۔ نہ چاہنے والے (Un Willing) ورکرز سے کام کس طرح لیا جا سکتا ہے؟

برزنیف سے بہت پہلے ایک بات مارکس نے بھی کہی تھی اور پرویز صاحب نے اس کی دیانتداری کی داد دی تھی۔ (اپنے ایک لیکچر میں) مارکس نے کہا تھا کہ آئیڈیل بات تو یہ ہے کہ ایسا اشتراکی معاشرہ تشکیل ہو جہاں پر ہر کوئی اپنی استعداد کے مطابق کام کرے اور اسے اس کی ضرورت کے مطابق دیا جائے۔ مگر ایسا کس طرح ممکن ہو گا یہ بات میری سمجھ سے باہر ہے۔ اس لئے پہلے قدم کے طور پر سوشلسٹ معیشت ہی رائج ہو سکتی ہے اشتراکی معیشت نہیں۔

جو بات اس کی سمجھ میں نہیں آئی اس کا حل ہی آخروی زندگی کا فلسفہ ہے .... زیادہ کمانے والا اپنی کمائی میں سے بقدر ضرورت لے کر باقی ان کے لئے کیوں کھلا رکھے جو اپنی محنت کے باوجود محروم رہتے ہیں، کیوں؟ آخر کیوں؟ ... اس کا جواب یہی ہے کہ انسان محض جسم نہیں اس کے اندر ایک اور شئے بھی ہے، اس کی خودی یا ذات اور اس کی پرورش اس سے ہوتی ہے جو دوسروں کی بہتری کے لئے دیتا ہے اور جس کی ذات جتنی زیادہ مستحکم ہو گی اتنا ہی بلند اور بہتر مقام اسے اخروی زندگی میں حاصل ہو گا۔ ایسا ضرور ہو گا۔ اس کے لئے خدا، نبوت، وحی، کتاب پر ایمان لانا لازمی ہے۔ یہ لینن کو معلوم تھا، نہ مارکس کو اور نہ ماؤ کو۔ ان کا واسطہ جس چرچ سے تھا وہ تو شہنشاہیت کا سرپرست تھا۔ اس کا حصہ دار تھا۔ اس کے پاس

غریبوں کے لئے وعظ و نصیحت کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ اس چرچ سے سمجھوتہ ناممکن تھا۔ بغاوت اور رد مذہب ان کے لئے وقت کی اہم ترین ضرورت تھی۔ اس لئے انہوں نے لاسلاطین' لا کلیسا' لاالہ کا نعرہ مستانہ بلند کیا۔ دوسری طرف پیغام **قل العفو** کے حامل' ایمان بالاخرت کے پابند' خود اس پیغام سے منہ موڑ چکے تھے۔ وہ خود مذہبی پیشوائیت کے اسیر تھے۔ اجتماعی طور پر مسلمان انتہائی پسماندہ' محکوم و مجبور لوگوں کی صف میں کھڑے تھے۔ وہ کسی کو کیا راہ دکھاتے' وہ تو خود کسی مرد راہ داں کی رہنمائی کے لئے ترس رہے تھے۔

اس تناظر میں آپ قیام پاکستان کی جدوجہد کو دیکھئے۔ اس کے بنانے والوں کے مطابق یہاں اسلام کو ملوکیت کی چھاپ سے آزاد کر کے اس خطہ زمین میں اس کی اصلی اور منزہ شکل میں نافذ کرنا مقصود تھا۔ ان کی بالغ نظری کی داد نہ دینا زیادتی ہے اور اپنی محرومی کا ماتم بھی کہ پاکستان بن گیا' آزاد خطہ زمین مل گیا مگر اس میں اسلام ملوکیت کی چھاپ سے آزاد نہ ہو سکا۔ یہاں اسلام ملا کی سوچ کا پابند رہا۔ یہاں اگر قرآن کے اصول و احکام کے مطابق معاشرہ تشکیل پا جاتا۔ یہاں اسلامی مساوات' اسلامی نظام عدل اور **قل العفو** والی معیشت وجود میں آجاتی۔ تو **مومن انتم الاعلون** کی تفسیر ہوتا اور یہ خطہ زمین ایک ایسا مینارہ نور ہوتا جو کرہ ارض کے کونے کونے تک انسان کو فلاح کی راہ دکھاتا۔ مارکس اور لینن کے پیرو بھی دیکھتے کہ کیسے لوگ اپنی محنت کی کمائی برضا و رغبت دوسروں کی بہتری اور بھلائی کے لئے کھلی رکھتے ہیں۔ اس خطہ زمین کے لوگ کیسے امن و سکون میں ہیں' وہ خود اس کی طرف آتے اور معلوم کرتے کہ یہاں وہ جذبہ محرکہ کیا ہے جو ان کو اس طرف آمادہ کرتا ہے۔ اس کے پیچھے کون سا فلسفہ کار فرما ہے۔ پاکستان کی آزادی اور سربلندی سوشلسٹ معیشتوں پر قائم مملکتوں کی گرتی ہوئی عمارتوں کے لئے سہارا بنتی اور وہ قرآن پاک کی رہنمائی میں پھر سے حیات نو کے لئے کوشاں ہوتے۔ یوں وہ پاکستان سے نظریاتی توانائی حاصل کرتے اور نو آزاد پاکستان ان کی سائنسی ترقی سے فائدہ اٹھاتا۔ ان کے اسطرح کے باہمی تعاون سے دنیا کی سیاست میں ایک ایسا انقلاب آتا جو سرمایہ دارانہ نظام کے لئے پیام مرگ اور کچلی ہوئی انسانیت کے لئے حیات نو کی نوید ہوتا... مگر افسوس ایسا نہ ہو سکا۔ ہم ملا کے زیر اثر فرقوں میں بٹے ہوئے اسلام کے زیر اثر سائنسی علوم کے سرمایہ دارانہ نظام کے چنگل میں گرفتار کمزور' جاہل سے جاہل اور پسماندہ سے پسماندہ تر ہوتے گئے۔

اس فضا میں ملوکیت کی چھاپ سے آزاد اسلام کی نشان دہی' **قل العفو** کے فلسفے کی تشہیر' نظام ربوبیت کی طرف دعوت دینے والے کی ہمت کی داد دینا پڑتی ہے۔ مخالفت کی تند و تیز ہواؤں میں اک مرد درویش علم و دانش کے چراغ جلاتا رہا حالانکہ اس تمام عرصہ میں ان کو کوئی قابل ذکر تائید کرنے والا بھی میسر نہ تھا۔ مطعون کرنے والے' مخالفت کرنے والے' طرح طرح کے الزام لگانے والے ہر طرف سے یلغار کرتے رہے اور ایسا نہ ہوتا بھی تو کیوں' نہ اہل اقتدار' حکمران' سرمایہ دار' زمیندار اس فکر سے جو زمین کو اللہ کی زمین قرار دیتی ہے خوش ہو سکتے ہیں نہ جبہ و دستار والے مسند نشیں کہ وہ نعرہ زن ہے کہ:

حائل رہیں کیوں خالق و مخلوق میں پردے
پیران کلیسا کو کلیسا سے اٹھا دو

پچاس سال کی آزادی کے بعد بمشکل پندرہ بیس فیصد شرح خواندگی والے ملک میں' پریس اور دوسرے ذرائع ابلاغ سے بلیک آؤٹ ہونے کے باوجود' اگر یہ فکر کسی ایک صاحب نظر سے یہ سند پالیتی ہے کہ یہ اسلام کی ایک روشن تعبیر ہے تو غنیمت ہے۔

ملک میں شرح خواندگی کی سطح پیش نظر رکھئے۔ مذہبی طبقے کی جارہ داری' ذرائع ابلاغ پر حاوی اصحاب کا نقطہ نظر (مخالفت **للہی**) اعلیٰ تعلیم یافتہ اور بزعم خود ماڈرن لوگوں کی مذہب سے لاتعلقی بلکہ بیزاری' مذہب کو ایک خاص طبقے تک محدود کر دینے کی روش' ان لوگوں کا رویہ جو دینی تعلیم کو تضیع اوقات سمجھ کر پہلو تہی کر لیتے ہیں کہ اس سے ان کی زندگی کے عام معمولات پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ان حضرات کی روش جو مغربی اور اشتراکی نقطہ نظر کی تقلید کو ہی روشن خیالی سمجھ کر خوش ہو جاتے ہیں۔ یہ سب اسباب سامنے رکھئے اور پھر دیکھئے کہ یہ تحریک کس طرح زندہ ہے۔

کتاب "معراج انسانیت" کے شروع میں مذاہب عالم پر جو تنقید کی گئی ہے وہ ایک تحقیقی کاوش ہے۔ ان کتابوں کو ہم مسلمان بھی الہامی کتب مانتے ہیں اور ان پر ایمان لانا ہمارے ایمان کا جزو ہے۔ قرآن خود کو ان کا مصدق کہتا ہے لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ ان میں ایسی ایسی باتیں ہیں جو قرآنی تعلیمات سے متصادم ہیں تو ہم کیسے ان کو من و عن تسلیم کر سکتے ہیں۔ ان کتب پر تحقیق کے بل پر یہ ثابت کرنا کہ ہاں یہ ان مذاہب کی وہ کتابیں ہیں جن میں وقت کے ساتھ ساتھ انسانی فکر در آئی ہے اور وہ اپنی اصلی شکل میں کہیں موجود نہیں' اس کو منفی یا معاندانہ تنقید کیسے کہا جا سکتا ہے۔ ہم نہ انہیں یکسر رد کر سکتے ہیں اور نہ تمام تر قابل اعتماد۔ حتمی وہی ہے جو قرآن میں ہے' کیونکہ اس کی حفاظت کا ذمہ خود خدا نے اپنے اوپر لے رکھا ہے۔

اب رہی یہ بات کہ ان کی فکر سے کسی سیاسی طاقت نے جنم نہیں لیا یا خود انہوں نے کسی سیاسی جماعت کا ساتھ نہیں دیا۔ کچھ وجوہ تو وہی ہیں جو میں نے گنوائی ہیں۔ وہ ایک فکری تحریک کے رہنما تھے' تحقیق' مطالعہ' تصنیف اور اپنے طور پر اپنے حاصل مطالعہ اور تحقیق کی نشر و اشاعت ان کے تمام وقت اور توانائیوں پر محیط رہے' ہاں ایک آرزو ایسی تھی جو ان کی عمر کے آخری سالوں میں ان کے اندر سلگتی رہی۔ وہ تھی ایک ایسی درسگاہ کی آرزو جہاں وہ چاہتے تھے کہ چھوٹے بچوں سے لے کر درجہ بدرجہ کالج اور یونیورسٹی کی سطح تک ایسی پود تیار کریں جو تمام دنیاوی سائنسی علوم کا احاطہ بھی کریں اور ہر علم کو قرآنی تعلیمات پر پرکھ سکیں اور یوں "از کلید دیں در دنیا کشاد" کی عملی تفسیر و تصویر بن کر دنیا میں پھیل جائیں....

محترم! مکمل تو صرف خدا کی ذات ہے' ہر انسان میں کچھ بشری کمزوریاں بھی ہوتی ہیں۔ ہر شخص فکری رہنما نہیں ہو سکتا۔ ہر شخص سیاسی لیڈر نہیں ہو سکتا' علامہ اقبال" ملت کے لئے دل درد مند رکھنے

کے باعث اپنی افتادِ طبع کے خلاف کچھ دیر کے لئے عملی سیاست میں آئے ضرور مگر ملت میں ان کا مقام ایک فکری رہنما کا ہی رہا۔ علامہ مشرقی جیسا **نابغہ** روزگار بھی فکری اور تنظیمی محاذ پر سربلند رہا مگر سیاست میں مار کھا گیا۔

ملت اسلامیہ ہند کو ایک ہی رہنما ملا' قائد اعظم محمد علی جناح جو برطانوی حکومت کے جاہ و حشم' برہمن کی چالوں' نیشنلسٹ مسلمانوں کی جذباتی باتوں کے پھیلائے ہوئے سحر اور رجعت پسند مذہبی رہنماؤں کے پھیلائے ہوئے تعصب سے چومکھی لڑائی لڑا اور اس میں سرخرو ہوا اور ملت کی کشتی کو طوفان سے بچا کر پاکستان کے پر سکون ساحل پر لے آیا۔ عمر نے انہیں مہلت نہ دی ورنہ وہ اسے اس راہ پر گامزن کر دیتے جو اسے منزل مراد تک لے جاتی۔

ان کے بعد

ان کے جاتے ہی یہ کیا ہو گئی گھر کی صورت
نہ وہ دیوار کی صورت ہے نہ در کی صورت

وہی مستبد حاکم' جاگیردار' سرمایہ دار' ملا' پیر... بہریک نخچیر صد نخچیر گیر کی صورت خلق خدا کے درپے آزار ہیں۔ اس بھنور سے انہیں کون نکالے گا؟ اس ملت کو ضرورت ہے ایک اور قائد اعظمؒ کی جو اس کے اجتماعی شعور کو بیدار کر کے اسے اتحاد' ایمان اور تنظیم کا درس دے کر پھر سے سرگرم سفر کر سکے۔

بشکریہ روز نامہ پاکستان مورخہ 30 دسمبر 1997ء

***

اشتہارات کے نرخ یہ ہیں

ٹائٹل کے صفحات	ایک بار	سال بھر کے لئے
پشت پر	=/800 روپے	=/6000 روپے
اندرونی صفحات	=/600 روپے	=/5000 روپے
اندرونی صفحات		
پورا صفحہ	=/500 روپے	=/4000 روپے
نصف صفحہ	=/300 روپے	=/2000 روپے
چوتھائی صفحہ	=/150 روپے	

مذکورہ شرح ایک رنگ کے اشتہار کے لئے ہے۔ اشتہار شائستہ اور معیاری ہونا چاہئے اجرت اشتہار مسودہ کے ساتھ پیشگی ہونی چاہئے۔

سرکولیشن مینجر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایاز حسین انصاری

بحران کیوں آتے ہیں؟

(برائے توجہ حکومت پاکستان)

گذشتہ پچاس برس کی تاریخ پر نظر دوڑائیں تو نظر آئے گا کہ یہ وطن عزیز لاتعداد بحرانوں کا شکار رہا ہے۔ ان بحرانوں سے جہاں اور بہت سے نقصانات ہوئے ہیں وہاں ہماری اقتصادی حالت کو بھی ناقابل برداشت دھچکے لگے ہیں۔

اس صورت حال پر ماہرین نے اگرچہ بہت کچھ لکھا ہے لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ اس پر قرآن کریم کی روشنی میں غور کیا جائے۔ قرآن پاک کی رو سے کوئی بھی واقعہ یونہی اتفاقاً" نہیں ہوتا۔ ہر واقعہ خدا کے قانون کے مطابق رونما ہوتا ہے۔ قوانین خداوندی پہلے سے متعین ہیں۔ (سورہ نمبر 13 آیت نمبر 38)۔ قوانین خداوندی کے مطابق کام کرنے سے حسنات (خوشگوار نتائج) وقوع پذیر ہوتے ہیں اور ان کی خلاف ورزی کرنے سے افراد اور اقوام مصائب اور مشکلات میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ یہ مصائب اقوام کی اپنی روش کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ (سورہ نمبر 4 آیات 79-78 اور سورہ نمبر 64 آیت نمبر 11) پھر وہ مصیبتیں خدا ہی کے قانون کے مطابق رفع ہوتی ہیں۔

خدا کے قانون مکافات عمل کے مطابق عمل اور اس کے نتیجہ کے ظہور میں مہلت کا وقفہ ہوتا ہے۔ اس کے دوران جھٹکے آتے ہیں۔ یہ ابتدائی تنذیر (Warning) ہوتی ہے تاکہ قوم اپنی اصلاح کر لے۔ کوئی قوم غلط روش اختیار کرتی ہے تو اس روش کے مضر اثرات عمل کے ساتھ ہی شروع ہو جاتے ہیں لیکن قبل اس کے کہ وہ اثرات اس حد تک آگے بڑھ جائیں کہ اس کی ہلاکت یقینی ہو جائے' وہ قوم اس غلط روش کو چھوڑ کر قانون خداوندی کے مطابق صحیح روش اختیار کر لیتی ہے تو اس کو اس کی سابقہ روش کے مضر اثرات سے حفاظت مل جاتی ہے اور خوش گوار نتائج ظاہر ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔

لیکن اگر لوگ تنذیر سے عبرت حاصل کرنے کی بجائے قانون خداوندی کو پس پشت ڈال دیں اور غیر خداوندی قوتوں کے پیچھے لگ جائیں تو ان کی غلط روش کے تباہ کن اثرات بھی آہستہ آہستہ جمع ہوتے رہتے ہیں تاآنکہ ظہور نتائج کا وقت آجاتا ہے اور وہ قوم 'اپنی توقعات کے یکسر خلاف' احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کے باوجود گرفت میں آجاتی ہے۔ اس کے بعد اس میں ثانیہ بھر کی بھی تاخیر و تقویم نہیں ہو سکتی۔ جب تباہی آتی ہے تو ان راستوں سے آتی ہے جو ان کے عقل و شعور میں بھی نہیں ہوتے۔ (39:25)

خدا کسی پر بھی کسی قسم کی زیادتی نہیں کرتا۔ قوم خود ہی اپنے اوپر زیادتی کرتی ہے سو جب ان کے

اعمال کے نتائج کے ظہور کا وقت آجاتا ہے تو وہ جن غیر خداوندی قوتوں کے احکام کی اطاعت کیا کرتے تھے وہ ان کے کسی کام بھی نہیں آسکتے۔ ان کی اطاعت الٹا ان کی تباہی کا موجب بن جاتی ہے۔ (سورہ نمبر 11 آیت نمبر 101)

بحران گویا وہ جھٹکے ہیں جو ہمیں آنے والی تباہیوں اور خطرات سے آگاہ کرتے ہیں کہ جس راہ پر ہم چل رہے ہیں وہ خطرناک ہے۔ اگر ہم ان تباہیوں سے بچنا چاہتے ہیں تو ہمیں وقت پر اپنی اصلاح کرکے قرآن مجید کے تجویز کردہ نظام کو اپنانا ہو گا۔ اگر ہم سے یہ نہیں ہو سکتا تو کم از کم اسلام اور دین کا نام تو بدنام نہ کریں۔

ہم حکومت پاکستان کو یاد دلانا چاہتے ہیں کہ اپریل 1980ء میں حکومت نے اسلامائزیشن کے ایک کمیٹی قائم کی تھی یہ کمیٹی حسب ذیل حضرات پر مشتمل تھی۔

1۔ پروفیسر سید نواب حیدر نقوی ڈائریکٹر PIDE اسلام آباد
2۔ مسٹر ایچ۔ یو بیگ سیکرٹری فنانس۔ اسلام آباد۔
3۔ پروفیسر رفیق احمد۔ پرووائس چانسلر۔ پنجاب یونیورسٹی
4۔ پروفیسر میاں ایم نذیر۔ پشاور یونیورسٹی

اس کمیٹی نے مئی 1980ء میں رپورٹ پیش کی تھی۔ رپورٹ کا نام ہے .An Agenda for Islamic Economic Reform اس رپورٹ میں قرآن کے معاشی نظام کی آخری منزل اور اس تک پہنچنے کے راستے کی نشاندہی کی گئی تھی۔ حکومت چاہے تو اس رپورٹ سے استفادہ کرکے اسلام کے معاشی نظام کی طرف قدم بڑھانے کی سعادت حاصل کر سکتی ہے۔

رپورٹ مذکورہ میں سفارش کی گئی ہے کہ "دولت کی از سر نو تقسیم اس انداز سے کی جائے کہ عدل و احسان کا تقاضا پورا ہو۔ نعمائے خداوندی پر کسی ایک طبقہ کی اجارہ داری یکسر خلاف اسلام ہے" (صفحہ IV)

اسلامی نظام کے قیام کے پروگرام کا آغاز معاشی انقلاب سے ہوتا ہے۔ قرآن مجید کا آغاز بھی نظام ربوبیت کے تذکرہ سے ہوتا ہے اور خدا کی یہی صفت اس کے نظام کا نقطہ آغاز ہے۔ **الحمد الله رب اللعالمین** قرآن مجید میں بعض ذمہ داریوں کو اللہ نے اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ مثلاً" **نحن نر زقکم وایاھم** (6:152)۔ ہم تمہاری ضروریات زندگی اور تمہاری اولاد کی ضروریات زندگی پوری کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ **وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا** (11:6) کوئی ذی حیات ایسا نہیں جس کے سامان زیست کی ذمہ داری اللہ پر نہ ہو لیکن جن ذمہ داریوں کو خدا اپنی طرف منسوب کرتا ہے وہ خود بخود پوری نہیں ہو جاتیں۔ بلکہ یہ ذمہ داریاں قرآنی نظام میں مملکت کی ہوتی ہیں۔ قرآن کے نام پر قائم حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسا انتظام کرے کہ کوئی ذی حیات اپنی بنیادی

ضروریات زندگی سے محروم نہ رہے۔
بحران ختم ہونے کے بعد کرنے کا کام یہ ہے کہ ہم محتاط ہو جائیں اور اپنی اصلاح کر کے قانون خداوندی کے سامنے جھک جائیں اور غیروں کے سامنے نہ جھکیں۔ ہم ان میں سے نہ ہو جائیں جو مصائب کے وقت تو رخ خدا کی طرف کرتے ہیں اور بعد میں شرک کرنے لگ جاتے ہیں (15:12) مصائب کے وقت تو ان کا دل پسیج جاتا ہے لیکن بعد میں وہ سخت دل ہو جاتے ہیں۔ امید ہے کہ مملکت پاکستان ایسا انتظام کرے گی جس سے ہر فرد مملکت کو (اس کو اور اس کی بیوی بچوں کی) بنیادی ضروریات زندگی باطمینان ملتی رہیں۔

چین کی جنگ آزادی میں افواج کی کثرت اور سازو سامان کی فراوانی کے باوجود چیانگ کائی شاک (Chiang Kai-Shek) کو شکست فاش ہوئی تو امریکہ نے جو اس جنگ میں چیانگ کائی شاک کا پشت پناہ تھا اس شکست کے اسباب معلوم کرنے کے لئے ایک کمشن بٹھایا جس میں ارباب سیاست بھی تھے اور ارباب صحافت بھی' ماہر اقتصادیات بھی اور دانشور حضرات بھی۔ انہوں نے اپنے اپنے دائرہ کے اندر وسیع تحقیق کی اور مختلف نتائج پر پہنچے۔ ان میں ایک نامور صحافی Jack Belden بھی شامل تھا۔ اس نے بھی وسیع تحقیق کی اور اپنی تحقیق کی بنیاد پر ایک کتاب بھی لکھی۔ China Shakes the world یعنی چین نے دنیا کی بنیادیں ہلا دیں۔ وہ دانشور اپنی کتاب کے تعارف میں لکھتا ہے کہ میں تو ایک ہی نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ چیانگ کائی شاک کو شکست اس لئے ہوئی کہ اس کو کوئی وہ کچھ کہنے والا نہ تھا جو کچھ محمد نے قریش کو کہا تھا کہ اے قریش تمہیں شکست اس لئے ہوئی ہے کہ تم بے سہارا لوگوں کی تکریم نہیں کرتے تھے تم مفلسوں اور محتاجوں اور جو معاشرہ میں اکیلے رہ جاتے تھے ان کی روٹی کا انتظام نہیں کرتے تھے ان کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں۔

Neither the American government, the American press, nor the American people, nor many of their representatives in the Far East, in the embassies, the military establishments and the business officess sought to look beyond their own narrow national or personal interests towards the heart of the admittedly ignorant but terribly emotional bitter men and women of China.

To all such people one could justly address the words Mohammed used to denounce the Meccan merchants:

But ye honour not the orphan
Nor urge ye one another to feed the poor

حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ الفاظ ترجمہ ہیں قرآن مجید کی دو آیات کا **کلا بل لا تکرمون الیتم۔ ولا تحضون علی طعام المسکین -** (89:17، 18)

قرآن میں دی ہوئی رہنمائی عارضی نہیں ابدی ہے۔ جب بھی حالات ایسے ہوں گے ایسا ہی نتیجہ نکلے گا۔ وحی کی روشنی میں چلنے والے راہ میں درپیش خطرات سے بچتے ہوئے صراط مستقیم پر گامزن' منزل مقصود کی طرف رواں دواں رہتے ہیں اور اس سے اعراض برتنے والے اپنے سازوسامان' جاہ و حشم اور شان و شوکت کے باوجود تباہی سے نہ بچ سکتے۔

***

ایک شمع بجھ گئی

مردان سے موصول ہونے والی اطلاع کے مطابق تحریک طلوع اسلام کے ہراول دستے کے سپاہی ڈاکٹر انور علی خان صاحب 19 دسمبر 1997ء کو امریکہ میں انتقال فرما گئے ڈاکٹر صاحب بزم مردان کے روح رواں جناب عبدالکریم خان صاحب کے دست راست اور جناب عبداللہ ثانی کے قریبی دوست تھے۔

مرحوم امریکہ میں بھی قرآنی فکر کی نشرو اشاعت میں ہمہ تن مصروف رہے اور 88 سال کی عمر میں وفات پائی۔

ہماری دعا ہے کہ خداوند قدوس مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

***

قرآنی علوم میں ایک اور انقلابی اضافہ

ایک حجت - ایک دلیل - ایک برہان

اور

ایک عہد آفریں کتاب

تفسیر

برہان القرآن

(تبصرہ صفحہ 33 پر ملاحظہ فرمائیں)

اعلیٰ طباعت - جاذب نظر جلد - 1026 صفحات
قیمت - 820 روپے علاوہ محصول ڈاک

☆ -- ☆ -- ☆ -- ☆

پیشگی ڈیمانڈ ڈرافٹ بنام مصنف رحمت اللہ طارق برائے یونائیٹڈ بنک (حرم گیٹ برانچ) ملتان، بھجوا کر طلب فرمائیں

رابطہ کے لئے ○ احمد کامران مگسی 1339/3 - گلشن آباد بیرون پاک گیٹ ملتان
○ بزم طلوع اسلام معرفت شاہ سنز، پاک گیٹ، ملتان
○ عظیم پبلشنگ ہاؤس خیبر بازار -- پشاور شہر

نام کتاب : تفسیر برہان القرآن۔

مصنف : علامہ رحمت اللہ طارق

صفحات : 1026 قیمت : =/820 روپے

علوم قرآنی کی صدیوں پر پھیلی ہوئی تاریخ میں ایسی کتاب جس میں قرآن پاک پر حملہ آوروں کا ہر زاویہ سے مدلل جواب فراہم کیا گیا ہے۔ تدبر قرآنی سلسلے میں آپ کے جو احساسات ہیں برہان القرآن ان کا بیان ہے۔ اس معرکۃ الاراء کتاب میں قرآنی آیات میں تضاد تلاش کرنے والوں کو ہر موڑ پر پوری توانائی سے رُوک دیا گیا۔ واضح الفاظ میں برہان القرآن قرآن اور عصمت انبیاء کی حفاظت کا ایسا مربوط سلسلہ ہے جس میں کسی ایک آیت کے دفاع سے اسی کی ردیف تمام آیات کا خود کار حیثیت سے دفاع ہو جاتا ہے۔ اس طرح اس معرکۃ الاراء کتاب میں ان تمام عظیم مسلمان مفکرین کی توجیہات و تشریحات سے بھرپور استفادہ کیا گیا ہے جو قرآن محکم پر کیے گئے اعتراضات پر اپنے اپنے وقت پر پیش کرتے رہے ہیں۔ اس طرح تاریخ کا ایک گم شدہ گوشہ خودبخود ظہور میں آکر حقیقتوں کو واشگاف کرتا چلا گیا ہے اور **تفکیر قرآن** کے سلسلہ میں عام طور پر کہا جاتا ہے کہ یہ سب نئی باتیں ہیں سلف انہیں جانتے بھی نہیں تھے اس کے جواب میں کہا گیا ہے کہ آج نہیں کل بھی ان پر گفتگو ہو چکی ہے مگر اسے دانستہ چھپایا جاتا رہا یا صیغہ راز میں رکھ کر کتمان حق کا وطیرہ اپنایا گیا۔ برہان القرآن میں نہ صرف بیسیوں کتابوں کے تعاون سے سینکڑوں چھپے راز آشکارا کئے گئے ہیں یہ بھی ثابت کر دیا گیا ہے کہ سچائی اور فریب کی آویزش میں ہر دور کے دانشوروں، ادیبوں، لغت نویسوں اور الفاظ کے مزاج سے بحث کرنے والے قرآنی مفکروں نے وحی قرآن کے " **لایاتون بمثلہ** " کے امتیازی اعزاز کو ہمیشہ ملحوظ رکھا اور ہر زاویہ سے اس ادعا کو پرکھا ہے کہ قرآن فکری اور نظری زاویے سے بھی "بے مثل" ہے اور لفظی و معنوی تحریفات سے بھی محفوظ اور بے بدل ---
کتاب کے مصنف نے مدینہ منورہ میں بیٹھ کر **علم القرآن**، علم الحدیث، تاریخ، فقہ، لغت، ادب اور نفسیات **قرآن** کے اتھاہ ذخیروں میں ڈوب کر ایک تحقیقاتی شاہکار ترتیب دیا ہے جس پر علوم اسلامی سے آگاہ اور عصر حاضر کی علمی دنیا بجا طور پر ناز کر سکتی ہے اس میں تحلیل لفظی کے پہلے مرحلے پر الفاظ کے بنیادی مفاہیم کی تلاش کی گئی ہے دوسرے مرحلے میں حسب حال تعین کر کے تمام الجھنوں کو لغت اور ادب ہی کی روشنی میں سلجھا دیا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عنایت اللہ

اس نے کہا

"مانا انسان غلطی کا پتلا ہے" --- میں نے کہا --- "اتنی سی ایک بات بتا دے ... انسان کی سب سے بڑی غلطی کیا ہوتی ہے!"

"ایک نہیں دو" --- اس نے کہا --- "اپنی غلطی تسلیم نہ کرنا اور عبرت حاصل نہ کرنا میں نے پچھلی نشست میں تجھے یہی بات بتائی تھی۔ کچھ شک ہے تو میں کسی فلسفی کا، کسی عالم دین اور کسی آسمانی کتاب کا حوالہ نہیں دوں گا۔ ایک اور کتاب ہے جو خاصی معتبر اور بہت حد تک مستند ہے اور یہ ہر لحہ تیرے سامنے کھلی پڑی رہتی ہے۔ تیرے گردوپیش گھومتے پھرتے انسان اس کتاب کے اوراق ہیں جو پھڑپھڑاتے اور عبرت کی داستانیں سناتے ہیں۔ میں اکثر اس کتاب کا حوالہ دیا کرتا ہوں ...

یہ دنیا ایک سٹیج اور انسانی زندگی ایک ڈرامہ ہے جو مسلسل کھیلا جا رہا ہے۔ اگر تو غور سے دیکھے تو تجھ پر انکشاف ہو گا کہ مسخرے ہیرو بنے ہوئے ہیں اور ہیرو مسخروں کا رول ادا کر رہے ہیں ...

آ تجھے اس کتاب کا ایک باب دکھاؤں ... وہ عورت مر گئی ہے۔ لوگوں نے اسے دیکھا تھا۔ میں نے اسے دیکھا تھا۔ اس وقت اس کی عمر پینسٹھ سال تھی۔ اکڑوں بیٹھ کر پاؤں انچ انچ آگے سرکاتی اور گھسیٹتی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں اس طرح ہتھیلیوں کی طرف مڑ گئی تھیں جیسے پانی پینے یا کلی کرنے کے لئے چلو بنایا جاتا ہے۔ پاؤں پر بیٹھے اور آگے کو سرکتے ہوئے وہ اندر کو مڑی ہوئی انگلیوں والے ہاتھ سہارے کے لئے زمین پر پٹکتی جاتی تھی۔ الٹی طرف سے اس کی انگلیاں چھل بھی جایا کرتی تھیں ...

کوئی اجنبی دیکھتا تو اسے معذور بھکارن سمجھ کر منہ پھیر لیتا اور آگے نکل جاتا تھا اور اسے جاننے پہچاننے والے لوگ کانوں کو ہاتھ لگاتے اور توبہ استغفار پڑھتے تھے۔ اس کے چہرے کا رنگ ایسا پھیکا اور بھدا ہو گیا تھا کہ اسے کوئی نام نہیں دیا جا سکتا۔ نحوست اور ابلیسیت کا رنگ شاید ایسا ہی ہوتا ہے۔ دانت ابھی سلامت تھے۔ ان کا رنگ ایسا غلیظ کہ دیکھ کر کراہت محسوس ہوتی تھی ...

وہ بھکارن نہیں تھی اور وہ کوئی غریب بھی نہیں تھی۔ ایسی بھی تو نہیں ہوا کرتی تھی کہ لوگ دیکھ کر منہ پھیر لیتے۔ جوانی میں وہ گلی میں سے گزرتی تھی تو زاہدوں اور پارساؤں کی نظریں بھی اس کی طرف پھر جایا کرتی تھیں...

قد لانبا جسم کی ساخت میں توازن، رنگ گورا، چہرے کے خدوخال میں کشش اور چال ایسی کہ جذبات کو مشتعل کرتی تھی۔ صاحب جائیداد خاوند کی بیوی تھی۔ خاوند صاحب جائیداد تو تھا ہی لوگ اس کا رعب بھی مانتے تھے لیکن گھر میں وہ اس بیوی کے رعب تلے دبا رہتا تھا ...

یہ عورت جس کے حسن کی لوگ مثال دیا کرتے تھے۔ ان لوگوں میں سے تھی جو بظاہر اللہ کو وحدہ لاشریک مانتے اور اس کی ذات باری کو عبادت کے لائق سمجھتے ہیں لیکن عملاً" وہ اپنی ذات کے پجاری

ہوتے ہیں۔ یہ خود پرستی کی ہی ایک قسم ہے۔ یہ لوگ احکام خداوندی کے منکر ہوتے ہیں اور اپنی ہر بات منواتے ہیں۔ اللہ، رسولؐ اور قرآن کی جھوٹی قسمیں کھا کر اپنے جھوٹ کو سچ ثابت کرتے ہیں ...

انا پرستی یعنی خود پرستی ہر انسان میں پائی جاتی ہے لیکن جہاں بات اللہ کی آجاتی ہے، سر تسلیم خم ہو جاتا ہے۔ کچھ لوگ انا پرستی میں ایسے اندھے ہو جاتے ہیں کہ اپنی ذات کی خوشنودی کی خاطر اللہ کے احکام کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ وہ دوسروں سے اپنے احکام منواتے ہیں۔ یہ **ابلیس** کا مقام ہے جس نے اللہ کا یہ حکم ماننے سے انکار کر دیا تھا کہ آدمؑ کے آگے سجدہ کرو ...

خود پرستی سے جو خصلت لازماً پیدا ہوتی ہے وہ ہے منافقت۔ اس سے بڑی منافقت اور کیا ہو سکتی ہے کہ خود پرست لوگ اللہ کی عبادت دکھاوے کے طور پر کرتے ہیں اور جہاں اپنے مفادات پر زد پڑتی نظر آئے وہاں اللہ کے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ اللہ کے احکام کی نفی ہوتی ہے تو ہوتی رہے، میری بات کو کوئی غلط نہ کہے ...

یہ منافقت نہیں ابلیسیت ہے۔ اس عورت نے یہ مقام حاصل کر لیا تھا۔ اس کی چار بیٹیاں تھیں اور دو بیٹے۔ ان سب کو اس نے بچپن سے ہی جھوٹ بولنا سکھا دیا تھا۔ بچہ ماں کو ماں ہی نہیں خدا بھی سمجھتا ہے۔ ماں جو کہتی ہے اسے وہ خدا کی آواز کہتا ہے۔ اس ماں نے اپنے جھوٹ کی تائید کے لئے دروغ گوئی اپنے بچوں کی فطرت میں سمو دی تھی۔ اس سے اسے اپنے خاوند کو الو بنانے اور اس کے ساتھ مکاری اور عیاری کرتے رہنے میں سہولت اور کامیابی حاصل ہو گئی ...

اس عورت میں خود پرستی سے پیدا ہونے والی دوسری لعنتیں بھی تھیں جن میں ایک ہے دنیاوی نعمتوں کی ہوس اور روپے پیسے کا لالچ۔ اپنی ذات کے بت کی پرستش کرنے والا انسان آخرت اور روز حساب کا منکر ہوتا ہے۔ وہ اس دنیا کو ہی سب کچھ سمجھتا ہے ...

اس عورت کے متعلق محلے کی عورتوں کی رائے یہ تھی کہ یہ اللہ کو نعوذ باللہ غلط اور اپنے آپ کو صحیح سمجھتی ہے ... اس کی کہانی بڑی لمبی ہے۔ میں تجھے اس کا وہ گناہ سناتا ہوں جس نے اسے عبرت ناک انجام تک پہنچایا۔ اس نے تین بیٹیوں کی شادیاں کر دیں عجیب بات ہے کہ اتنی خوبصورت ماں کی یہ تین بیٹیاں ماں جیسی خوبصورت نہیں تھیں۔ چوتھی بیٹی ماں سے بھی کچھ خوبصورت نکلی ...

ایک روز محلے میں اس خبر نے سنسنی پھیلا دی کہ یہ لڑکی گھر سے بھاگ گئی ہے۔ اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا تھا کہ کسی چاہنے والے کے ساتھ چلی گئی ہے لیکن اس سوال کا جواب کسی کو نہیں مل رہا تھا کہ وہ کون ہے۔ کبھی کسی نے ایسی بات نہیں سنی تھی کہ یہ لڑکی فلاں سے ملتی ملاتی ہے ...

لڑکی کی ماں کو دیکھا اسے ذرا سی بھی شرمندگی نہیں تھی کہ اس کی بیٹی کسی کے ساتھ بھاگ گئی ہے۔ وہ تو مطمئن اور مسرور نظر آتی تھی ... خود پرستی اور خودستائی میں مگن ... دو ہی مہینے گزرے تھے کہ اس عورت نے اپنی زبان سے سب کو خبر سنائی کہ اس کی بیٹی نے لائل پور (فیصل آباد) کے ایک بہت بڑے جاگیردار کے ساتھ شادی کر لی ہے ...

ماں اپنی بیٹی سے ملنے گئی۔ واپس آئی تو تحفے تحائف سے لدی ہوئی تھی جو اس نے سارے محلے کی عورتوں کو دکھائے۔ جاگیردار کی بڑائی اور برتری کی کہانیاں سنائیں اور یہ بھی کہ جاگیردار کی پہلے دو بیویاں ہیں لیکن وہ اس کی بیٹی کو سب زیادہ چاہتا ہے ...

ماں کا یہ معمول بن گیا کہ تین چار مہینوں بعد بیٹی سے ملنے جاتی اور مالا مال ہو کر واپس آتی تھی۔ اس کا خاوند بہت عرصہ پہلے مر چکا تھا۔ چونکہ یہ عورت خود پرست یعنی اپنی ذات کی پجارن تھی اس لئے اس ذلت کو اپنی عظمت سمجھتی اور ہر کسی پر اپنی برتری جتاتی تھی...

پھر یہ پول بھی کھل گیا کہ بیٹی کو اس نے خود گھر سے بھگایا تھا۔ جاگیردار کے ایک دلال کے ذریعے اس نے بیٹی کا سودا طے کیا اور ایک رات کیش وصول کر کے بیٹی کو دلال کے ساتھ رخصت کر دیا تھا اور جاگیردار نے لڑکی کے ساتھ شادی کر لی تھی...

لوگ اس عورت پر لعنتیں بھیجتے تھے کہ بیٹی کی دی ہوئی دولت پر عیش کر رہی ہے لیکن وہ اس کا ذکر بڑے فخر سے کرتی تھی۔ یہ ابلیسیت کا مقام ہے اور خود پرستی اس مقام پر پہنچا دیا کرتی ہے...

آخر اللہ کا ہاتھ حرکت میں آگیا۔ اس عورت کی عمر ساٹھ سال سے کچھ تجاوز کر گئی تھی کہ اس کے جوڑوں میں گنٹھیا کا مرض پیدا ہو گیا۔ روپے کی کمی نہیں تھی۔ ایک سے بڑھ کر ایک قابل ڈاکٹر نے علاج کیا۔ بیٹی نے اپنے جاگیردار خاوند کی دولت اڑا اڑا کر ماں کے علاج میں کوئی کسر نہ چھوڑی لیکن اللہ کی گرفت اتنی سخت تھی کہ گنٹھیا نے اسے کھڑے ہو کر چلنے کے قابل نہ چھوڑا...

اسے لیٹے رہنا چاہیے تھا لیکن اللہ اسے دوسروں کے لئے عبرت کا نشان بنانا چاہتا تھا اس لئے لیٹنے سے اس پر خفقانی کیفیت طاری ہو جاتی اور وہ گھر سے نکل کر کچھ سکون محسوس کرتی تھی۔ وہ گلیوں میں جس طرح چلتی تھی وہ میں نے تجھے بتایا ہے۔ اس کے جسم سے بدبو آتی تھی۔ آخر وہ مر گئی۔ لوگوں کو پورا ایک دن گزر جانے کے بعد پتہ چلا کہ وہ مر گئی ہے۔ بستر پر وہ اپنی غلاظت میں پڑی ہوئی تھی...

کیا کسی نے عبرت حاصل کی تھی؟... نہیں... ہر کوئی سمجھتا ہے کہ اس کا انجام ایسا برا نہیں ہو سکتا۔ خود پرستی کا عادی انسان اپنے آپ کو یقین دلائے رکھتا ہے کہ وہ تو غلط ہو ہی نہیں سکتا۔ اپنی ذات کے بت کو پوجنے والوں کو صرف اپنی ذات سے محبت ہوتی ہے...

ایک مفکر نے کہا تھا' اپنے آپ سے محبت کر تیرا کوئی رقیب نہیں ہو گا... کیا اس کا مطلب سمجھتا ہے تو؟ میں وضاحت کر دیتا ہوں۔ تو اپنے آپ سے محبت کرے گا تو کوئی اور تجھے محبت کے قابل نہیں سمجھے گا۔ حضرت عیسیٰ نے فرمایا تھا' کسی دوسرے کو اپنی تعریف کرنے دے' اپنی زبان کو اس کام سے روک۔ ایک دانش مند کا قول ہے' خدا اس انسان سے نفرت کرتا ہے جو اپنی زبان سے اپنی تعریفیں کرتا رہتا ہے...

"اگر تو چاہتا ہے کہ دوسرے تجھے عزت اور محبت دیں تو اپنی ذات سے نکل اور دوسروں کو محبت و عزت دے۔ مت بھول کہ خود پرستی کی سزا آخرت میں ہی نہیں دنیا میں ہی مل جاتی ہے۔ خود پرستی کا مرض بیوی میں ہو یا خاوند میں' گھر جہنم بن جاتا ہے' بچوں میں مجرمانہ رجحانات پیدا ہو جاتے ہیں۔ وہ جھوٹ اور منافقت کو جائز سمجھنے لگتے ہیں' پھر اللہ کا یہ فرمان عمل میں آتا ہے کہ جس گھر میں جھوٹ اور منافقت کا راج ہو اس گھر سے اللہ رحمت کے فرشتے ہٹا دیتا ہے اور وہاں شیطان مسلط کر دیتا ہے"۔

***

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حقائق و عبر

1۔ انسانوں کی قانون سازی شرک ہے

دیگر مذاہب اور معاملات: دنیا کے مذاہب نے معاملات کو اپنی تعلیم کا حصہ بنانے میں مختلف رجانات ظاہر کئے ہیں' تورات میں وہ مذہبی قوانین کا ضروری اور اہم جزو ہیں لیکن عیسائیت نے ان کو نظرانداز کر دیا ہے' ہندوستانی مذہبوں میں بھی دونوں قسمیں نظر آتی ہیں' عام ہندوؤں میں منوشاستر اور اس کی مختلف تشریحیں انہی معاملات کی شاخیں ہیں۔ مگر شاید بدھ مت نے اخلاق ہی کو بڑھا کر قانون بنانے کی کوشش کی ہے تاہم یہ سب قومیں اپنے قانون کا ماخذ علم الٰہی اور علم مافوق انسانی کو قرار دیتی ہیں۔

معاملات کے ماخذ: دنیا میں ایسی قومیں بھی ہیں جنہوں نے اپنے قانون کی بنیاد وحی الٰہی کے بجائے عقل انسانی پر رکھی ہے اور انسانی تجربہ و قیاس کو اپنے قانون کی اساس بنایا ہے' اور کہیں صرف سردار یا بادشاہ کی شخصی خواہش اور میلان طبع قانون کا معیار ہے' کہیں شخص نے جمہوریت کی شکل اختیار کر لی ہے اور افراد کثرت اور قلت اور کسی طرف رائے دینے والوں کی تعداد کی کمی اور بیشی کو صحت اور غلطی' صواب اور خطا اور حق و باطل کا معیار بنایا گیا ہے' یہ افراد و ارکان مختلف اداروں سے چنے جاتے ہیں اور مختلف فرقوں سے منتخب ہوتے ہیں' نتیجہ یہ ہے کہ اگر ذاتی ہوا و ہوس نہ ہو تو بھی فرقہ وارانہ ہوا و ہوس اور جماعتی تعصب اور فرقوں کا نفع و نقصان قوانین جمہور کی بنیاد قرار پاتا ہے' اور جمہوریت کے لباس میں شخصیت اور فرقہ واریت صرف اپنے نفع کی خاطر جمہوریت پر حکم نافذ کرتی ہے اور جمہور کو اس کا پابند بناتی ہے۔

قانون سازوں کی بیچارگی: اگر اسلام کے قانون میں مسلم اور غیر مسلم کا ایک فرق بیچ میں حائل ہے تو جمہوری نظام میں ملکی اور غیر ملکی' قوم اور غیر قوم' امیر اور غریب' سرمایہ دار اور مزدور' تجارت پیشہ اور زمیندار' طبقہ اور غیر طبقہ' پارٹی اور غیر پارٹی کے بیسیوں حجابات اور دیواریں حائل ہیں' جن میں سے ہر ایک اس قدر مضبوط ہے کہ اس کا ہٹانا آسان نہیں' جب کوئی تجویز معرض بحث میں آتی ہے تو انسانیت کے نقطہ نظر سے نہیں' بلکہ ملک' قوم' جماعت' طبقہ اور پارٹی کے نقطہ نگاہ سے اس کا فیصلہ کیا جاتا ہے' اور اس کو جمہور کے لئے آیہ رحمت ثابت کیا جاتا ہے۔

جمہوریت کی ناکامی: اس جوش و خروش اور قوت و دلیل سے جو تجویز آیہ رحمت بن کر منظور ہوتی ہے اس کی کمزوری کا یہ عالم ہے کہ ہر دوسری مجلس میں وہ بیک دفعہ یا چند منزلوں کے بعد بدل جاتی ہے'

پھر ایک نئی تجویز اس کی جگہ پر آتی ہے۔ اس کی عمر بھی چند روز سے زیادہ وفا نہیں کرتی' آخر وہ بھی فنا ہو جاتی ہے' اور تیسری' اور چوتھی' اور پانچویں آتی ہے اور اپنی اپنی راہ سے فنا کے گھاٹ اتر جاتی ہے' ان تمام تغیرات کی تہہ میں جو ہاتھ کام کرتا ہے وہ قومی و جماعتی اور شخصی مفاد کا اول بدل ہے۔ ایک راہ سے جب کسی جماعت کو فائدہ نہیں پہنچتا' یا ایک کو پہنچتا ہے دوسرے کو نہیں' تو وہ دوسری راہ سے اس کو ڈھونڈتی ہے' اور جب وہ راہ بھی بند پاتی ہے تو تیسری راہ کی تلاش ہوتی ہے' اور یوں ہی پوری عمر آوارہ گردی اور تلاش میں گزر جاتی ہے اور جمہور کو طمانیت کی دولت ہاتھ نہیں آتی۔

صحیح و عادلانہ قانون سازی سے انسانیت کی ناچاری: ان تغیرات کے باوجود جو قانون بنتا ہے' چونکہ وہ صرف ظاہری طاقت پر مبنی ہوتا ہے اس لئے اس کے چلانے میں اس کے چلانے والوں کا دل شریک نہیں ہوتا۔ اس لئے قدم قدم پر اس کے چلانے والے کے ذاتی مفاد سے وہ ٹکراتا ہے اور بارہا وہ حرص و طمع' غرور و تکبر' ہوا و ہوس' رشوت اور انتفاع ناجائز' خوف و ہراس و مکر و حیلہ کے بیسیوں خلاف انسانیت جذبات سے ٹکرا کر چور چور ہو جاتا ہے اور عدل و انصاف کی میزان ہاتھ سے چھوٹ جاتی ہے۔

قانون الٰہی کی ضرورت: اسی سبب سے مصلحت الٰہی کا تقاضا یہ تھا کہ عدل و انصاف کی یہ میزان خود دست الٰہی میں ہو۔ وہ جو کسی فرقہ اور کسی پارٹی میں نہیں' کسی کا ایسا نہیں جو دوسرے کا نہیں' وہ سب کا ہے اور سب کے لئے ہے' اور تمام نفسانی اغراض سے پاک و بے نیاز ہے' جس کو اپنے لئے اور اپنی غرض کے لئے کچھ نہیں چاہئے' جس کو دنیا اور اس کی فطرت کا ایک ایک راز معلوم ہے اور جو کائنات کے ذرہ ذرہ سے آگاہ اور گوشہ گوشہ سے باخبر ہے' ٹھیک اسی طرح جس طرح دنیا میں عرش سے فرش تک اس نے اپنا تکوینی فرمان جس کو شریعت کہتے ہیں جاری فرمایا جو تمام تر عدل و انصاف پر مبنی ہے۔ **اللہ الذی انزل اللکتاب بالحق والمیزان** (شوریٰ 17) وہ اللہ جس نے حق اور ترازو کے ساتھ اپنی کتاب (قانون) اتاری۔

مستقل اطاعت بھی عبادت ہے: عبادت کے معنی صرف کسی کو معبود بنا کر پکارنے ہی کے نہیں ہیں' بلکہ اگر کسی کو زبان سے معبود نہ بھی کہا جائے اور اس کی ظاہری **پرستش** نہ بھی کی جائے لیکن اس کے احکام کی مثل خدا کے حکم کی مستقلاً اطاعت کی جائے تو یہ بھی عبادت ہے' حضرت ابراہیمؑ کی زبان سے ادا ہوتا ہے (ترجمہ) شیطان کی عبادت نہ کر۔ (مریم 5)

دوسری جگہ ارشاد الٰہی ہے (ترجمہ) یہ کہ شیطان کی عبادت نہ کرو۔ (یسین 4)

اوپر کی آیتوں سے واضح ہوا کہ اطاعت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے' یہاں سوال پیدا ہوتا ہے تو پھر اسلام میں انبیاء اور آئمہ زمانہ اور خلفاء کی اطاعت کا حکم کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے' جواب یہ ہے کہ بے شبہ اسلام میں اطاعت صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے' لیکن دوسروں کی اطاعت احکام الٰہی کی تبلیغ' اجراء اور تنفیذ کے لئے حکم الٰہی کے تحت ہے' ارشاد الٰہی ہے۔ (ترجمہ) اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور اولی الامر کی

اطاعت کرو۔

اولوالامر کی اطاعت' خواہ اس سے مراد علماء ہوں یا حکام' خدا کے حکم کے تحت اسی کے احکام کی تنفیذ اور اجراء میں ہے اور رسول کی اطاعت بھی احکام الٰہی کی تنفیذ ہی کی خاطر ہے' جیسا کہ ارشاد ہے۔

(ترجمہ) اور جو رسول کی اطاعت کرتا ہے اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ (نساء 8)

اس سے پہلے اسی سورۃ میں ہے۔

(ترجمہ) اور ہم نے کسی رسول کو نہیں بھیجا' لیکن اس لئے کہ اللہ کے اذن سے اس کی اطاعت کی جائے۔ (نساء 7)

یہود اور نصاریٰ نے احکام الٰہی کو چھوڑ کر اپنے راہبوں اور کاہنوں اور پوپوں کی اطاعت کو دین بنا رکھا تھا' اور ان کا حکم حکم خدا سے ماخوذ مستنبط بلکہ مستقل حکم کے طور پر بجا لایا جاتا تھا' اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ان کو شرک کا ملزم قرار دیا ہے اور ان سے جزیہ لینے یا قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے' ارشاد ہے۔

(ترجمہ) اہل کتاب میں سے ان سے لڑو جو اللہ اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے اور نہ جس کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا اس کو حرام مانتے ہیں اور نہ دین حق کی اطاعت کرتے ہیں۔ (توبہ 4)

ان آیات میں اہل کتاب پر ایمان نہ رکھنے کا جو الزام قائم کیا گیا ہے' وہ اس لحاظ سے ہے کہ وہ صرف حکم الٰہی کے پابند نہیں ہیں' بلکہ یہ مرتبہ انہوں نے خدا کے بندوں کو بھی دے رکھا ہے' چنانچہ اس کے بعد اس کی تصریح ہے۔

(ترجمہ) انہوں نے خدا کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور راہبوں کو رب بنا رکھا ہے اور مریم کے بیٹے مسیح کو' حالانکہ ان کو صرف یہ کہا گیا ہے کہ ایک ہی معبود برحق کی عبادت کریں (توبہ 5)

عالموں اور راہبوں کو رب بنانا اسی بناء پر ہے کہ وہ ان کے حکموں کو بھی مستقلاً" خدا کا حکم تسلیم کرتے تھے' کیونکہ ان عالموں اور راہبوں کو یہ دعویٰ تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کو غیبی طور پر اپنے حکموں اور معاملات کے فیصلوں سے مطلع فرماتا ہے۔ اسلام نے اہل کتاب کو دوسری سورۃ میں اسی شرک سے باز رہنے کی دعوت دی۔

(ترجمہ) اے کتاب والو! آؤ ایک بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں مانی ہوئی ہے' یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں اور نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنائیں اور نہ ہم ایک خدا کو چھوڑ کر دوسرے کو رب بنائیں۔ (آل عمران 7)

یہ رب بنانا اطاعت ہی کی بناء پر ہے' ترمذی اور مسند احمد میں ہے کہ جب عدیؓ بن حاتم جو ایک عیسائی عرب امیر تھے' آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ نے ان کے سامنے سورہ توبہ والی ایت مذکورہ پڑھی تو عدی نے کہا کہ " وہ ان کو معبود نہیں بناتے" فرمایا کیوں نہیں' انہوں نے ان کے لئے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کیا' اور انہوں نے ان کے احکام کو مانا' یہی ان کا ان کو معبود بنانا ہے' الفاظ یہ ہیں (ترجمہ) ترمذی کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہاں وہ ان کی عبادت نہیں کرتے تھے لیکن جب

وہ کسی چیز کو حلال کہتے تھے تو یہ حلال مان لیتے تھے اور جب حرام کہتے تھے تو یہ حرام سمجھ لیتے تھے' یہی تو شرک ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی شے کو حلال یا حرام ٹھہرانا کسی انسان کا کام نہیں بلکہ خدا کا ہے اور کا نام وضع حکم ہے' اس تحلیل و تحریم میں کسی کو شریک ٹھہرانا عین شرک ہے اسی طرح خدا کے علاوہ یا خدا کے حکم کے ساتھ بلا وساطت حکم خداوندی کسی دوسرے کے حکم کی اطاعت بھی شرک ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان عرب اور یہود منافقین کو جو قانون الٰہی کی سختی سے بچنے کے لئے یا ایمان کی کمزوری کے سبب سے اپنے مقدمات یہودیوں کی عدالتوں میں لے جاتے تھے' یا ان کے فیصلہ کے لئے عرب کاہنوں کے پاس جاتے تھے' کہا کہ

قوانین الٰہی کو چھوڑ کر کسی اور قانون کے مطابق فیصلہ کرنا اور فیصلہ چاہنا فسق ہے اور اس کا مرتکب فاسق کہلائے گا۔

(ترجمہ) اور اللہ نے جو اتارا ہے اس کی رو سے جو فیصلہ' نہیں کرتے وہی فاسق ہیں۔ (مائدہ 7)

قانون و شرع کی حقیقت تحلیل و تحریم ہی ہے اور یہ حق صرف اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے' انسان اگر اپنی طرف سے کسی قانون کو وضع کر لے اور بلا سند الٰہی کسی شے کو حلال یا حرام کر لے تو اس کا نام "افتراء علی اللہ" خدا پر جھوٹ تہمت باندھنا ہے' ارشاد ہوا۔

(ترجمہ) اور جن چیزوں کو تم اپنی زبان سے (حلال و حرام) بتاتے ہو' ان کی نسبت یہ نہ کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام' تاکہ تم اللہ پر جھوٹ تہمت لگاؤ' یہ (دنیا میں) چند روزہ فائدہ ہے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (نحل 15)

اس آیت پاک میں نہ صرف یہ کہ اس حلال و حرام کی شریعت کو اپنے لئے مخصوص فرمایا بلکہ یہ بھی پیش گوئی فرما دی کہ جو لوگ شریعت الٰہی کو چھوڑ کر خود اپنی شریعت بنائیں گے' گو ان کو تھوڑے دن کا فائدہ حاصل ہو جائے گا مگر وہ ان کے لئے عذاب ہی ثابت ہو گا' دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

رسول اللہ جو شریعت الٰہی کے مظہر تھے اور بندوں کو احکام الٰہی سے آگاہ فرماتے تھے اور اس حیثیت سے آپ کا ہر حکم حکم الٰہی ہے لیکن حکم الٰہی کے بغیر ایک مرتبہ آپ نے ایک چیز کو اپنے لئے حرام قرار دیا تو عتاب الٰہی آیا۔

(ترجمہ) اے پیغمبر! تو کیوں اس کو حرام کرتا ہے جس کو اللہ نے تیرے لئے حلال کیا (تحریم 1)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ استحقاق نبی کو بھی حاصل نہیں' حالانکہ ہر شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ کسی مباح چیز کا استعمال اپنی کسی ذاتی مصلحت کی بناء پر ترک کر دے مگر جب آنحضرتؐ نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس حق کے استعمال سے آپ کو منع فرما دیا کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو اس کے دو نقصان تھے۔ ایک یہ کہ نبی کا ہر فعل جو اس کے لئے مخصوص نہ ہو' امت کے لئے حکم الٰہی کے تحت شرع کا حکم رہتا ہے' اس قاعدے کی بناء پر آپ کے اس ترک سے امت اپنے لئے بھی ایک حلال چیز کو حرام سمجھ لیتی' دوسرے یہ ثابت ہوتا کہ نبی کو بغیر اذن الٰہی کے بھی حق تشریع ہے جو صحیح نہ ہوتا' اسلئے تشریعی حیثیت یہی ہے کہ وہ شریعت الٰہی

کا مبلغ اور قانون ربانی کا شارح اور مظہر ہے' قرآن پاک کی اس آیت میں ہے۔

(ترجمہ) اور (یہود و نصاریٰ) اسے حرام نہیں کرتے جس کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے۔ (توبہ 4)

اس آیت میں رسول کی طرف جو تحریم کی نسبت ہے' وہ اسی حیثیت سے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مبلغ تھے' رسول کی اطاعت عین اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے' جس طرح احکام میں اولوالامر کی اطاعت عین رسول کی اطاعت ہے کیونکہ وہ رسول ہی کے لائے ہوئے احکام کو پیش کرتے ہیں۔

اس تفصیل کی ضرورت اس لئے پیش آئی تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ ہمارے ماہرین قانون نے شروع سے اخیر تک اس اصول کو مان لیا ہے کہ اسلام میں وضع قانون کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے وہی ایک حاکم' آمر اور واضع شرع ہے۔

اس موقع پر بعض صاحبوں کو یہ شبہ پیش آئے گا کہ یہ قانون شرع تو کسی قدیم زمانے ایک وقت خاص میں نازل ہوا' وہ زمانے کی ہر ضرورت اور نت نئے حالات کے مناسب قیامت تک کے لئے کیوں کر ہو سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایک ہیں قانون کے اصول اور کلیات' اور دوسرے ہیں اس کے فروع اور جزئیات' دنیا کے ہر قانون کے اصول و کلیات خواہ وہ عقلی ہوں یا تجربی' ہمیشہ یکساں رہتے ہیں' ان میں تغیر و تبدل نہیں ہوتا' تغیر و تبدل اور تجدد یعنی نئی نئی صورتوں کا پیش آنا' یہ واقعات اور حوادث میں ہوتا ہے' جو انہی کلیات کے اندر مندرج ہوتے ہیں۔ جیسے فن طب جب بھی بنا ہو لیکن اس کے اصول و کلیات پرانے اور غیر متبدل ہیں' اب جو بھی بیماریاں ظاہر ہوں' قدیم اصول کے تحت ان کا بیان طب کی کتابوں میں موجود ہے' مثال کے لئے یوں سمجھئے قتل ناحق کی سزا قصاص' دیت اور کفارہ وغیرہ شرع میں مقرر ہے' اب یہ بات کہ قتل پہلے تیر اور تلوار سے ہوتا تھا' اب بندوق سے' تمنچہ سے' ریوالور سے' توپ سے' گولہ سے' اور مختلف نئے نئے اوزاروں سے ہوتا ہے' لیکن ذرائع قتل کا تغیر نفس مسئلہ کی صورت میں کوئی فرق نہیں پیدا کرتا' کسی کی سواری سے کسی کو نقصان پہنچ جائے' تو اس کا اصولی جواب شرع میں موجود ہے' پہلے یہ سواری جانوروں کی صورت میں محدود تھی' اور اب طرح طرح کی گاڑیوں' سائیکلوں' سکوٹروں' موٹروں' ریلوں وغیرہ کی صورت میں ہے' ان سے حادثے پیش آجائیں یا نقصان پہنچ جائے تو اصول کلیہ میں کوئی فرق نہ ہوگا۔

دوسرا شبہ پیش آسکتا ہے کہ اگر یہ اصول صحیح ہے تو ہر زمانے کے مجتہد نئے نئے حالات کے پیش نظر اپنے اجتہاد سے جو حکم دیتے ہیں' کیا وہ نیا حکم نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ مجتہد وہ ہیں جو احکام کے اصول و فروع پر پوری نگاہ رکھتے ہوں' آیات و احادیث سے احکام کے اصول کلی اور ان کے علل و اسباب اور مصالح و مقاصد کو جانتے ہوں اور ان کے مطابق نئی پیش آنے والی جزئی صورتوں کا فیصلہ کرتے ہوں' اس بنا پر ان کا اجتہاد اور قیاس کسی نئے حکم کا واضع اور مخترع نہیں' بلکہ مظہر ہے یعنی وہ حکم کا اختراع نہیں کرتے بلکہ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ مقررہ احکام الٰہی کے تحت اس نئی صورت کا یہ جواب ہے' اہل اصول کے اس مسئلے کے قیاس کا حکم صرف مظہر ہے' یہی معنی ہیں کہ وہ بتاتا ہے کہ یہ نیا جزئیہ فلاں اصول

کلی کے ماتحت ہے' انہی اصولوں کی بناء پر ہمارے فقہاء نے فتاویٰ کا پورا دفتر مرتب کیا ہے جس کے مطابق ہر زمانے میں ہر ضرورت کا جواب دیا جا سکتا ہے اور جس پر دنیا کے مختلف حصوں میں مسلمانوں کی عظیم الشان حکومتیں اور عدالتیں قائم ہوئیں اور اب بھی قائم ہیں۔

(نوٹ) یاد رہے کہ بڑے سے بڑے امام کی رائے کو محض رائے کہا جاتا ہے۔ کسی امام کی رائے کو قانون کا درجہ کبھی امت محمدیہ میں سے کسی نے نہیں دیا۔ قانون صرف قرآن و سنت ہے۔

☆ -- ☆ -- ☆

طلوع اسلام : مندرجہ بالا اقتباس سید سلیمان ندوی کی کتاب سیرت النبیؐ۔ جلد ہفتم صفحہ 17 کا ہے جو روزنامہ جنگ مورخہ 28 دسمبر 1997ء کے میگزین سیکشن میں اس عنوان سے شائع ہوا ہے کہ "یہ سب کا متفق مسئلہ ہے کہ قانون ساز صرف خدا ہے۔"

سوال یہ ہے کہ کیا ہماری عدلیہ اور مقننہ بھی اس سے متفق ہے ؟۔

☆ -- ☆ -- ☆

2۔ اقامت الصلوۃ

"الصلوۃ" دین اسلام کا ایک بنیادی گوشہ ہے اور قرآن جس قسم کا معاشرہ قائم کرنا چاہتا ہے اسے وہ اقامت صلوۃ کی جامع اصطلاح سے تعبیر کرنا چاہتا ہے۔

صلوۃ کے معنی اپنے مادہ (ص-ل-و) کے اعتبار سے کسی کے پیچھے پیچھے چلتے جانا اور حرکت کرنا ہوتے ہیں۔ چنانچہ عربی کی مستند کتب لغت کی روشنی میں مفسرین نے اقامت صلوۃ قرآنی اصطلاح کا مفہوم قوانین الہیہ کے پیچھے پیچھے چلنا متعین کیا ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہ وحی خداوندی کے عطا کردہ قوانین و احکام کی پابندی کرنا اور اس کے دیئے ہوئے پروگرام پر عمل پیرا رہنا اقامت صلوۃ کہلاتا ہے اور قرآن کے نزدیک یہ اقامت یا قیام اجتماعی نظام کے تحت ہو سکتا ہے۔ وہ نظام جس میں افراد معاشرہ اپنے اپنے مفادات کے پیچھے بھاگنے کی بجائے' خدا کی کتاب قرآن حکیم کے قوانین کی پیروی کرتے ہوئے اس کے متعین کردہ نصب العین کی طرف بڑھتے جائیں۔ اسی وجہ سے اقامت صلوۃ کو ایک اجتماعی فریضہ قرار دیا گیا ہے اور یہ واضح کیا گیا ہے کہ الصلوۃ کا قیام جماعت مومنین کے تمکن فی الارض یعنی ان کی آزاد مملکت کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ جیسا کہ سورۃ الحج میں فرمایا۔

الذین ان مکنھم فی الارض اقاموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ و امروا بالمعروف و نھوا عن المنکر (22/41)

ترجمہ : "یہ وہ لوگ ہیں جب انہیں **تمکن فی الارض** حاصل یعنی ان کی اپنی مملکت قائم ہو جائے گی۔ تو یہ ابتدائے صلوۃ اور ایتائے زکوۃ کا فریضہ انجام دیں گے۔ معروف احکام نافذ کریں گے اور

منکر سے روکیں گے۔"

اس آیت کریمہ سے واضح ہوتا ہے کہ اقامت صلوۃ اور ایتائے زکوۃ کے لئے اپنی آزاد مملکت ہونے کی جو شرط رکھی گئی ہے تو اس کے لئے اس سے پورا ایک نظام مراد ہے۔ نہ کہ صرف نماز پڑھ لینا اور مروجہ اڑھائی فیصد زکوۃ دے دینا۔ ظاہر ہے کہ یہ فرائض ہر حکومت میں ادا کئے جا سکتے ہیں۔ سورۃ الشوریٰ میں اسلامی مملکت کی وضاحت اس طرح فرمائی۔

والذین استجابوا لربھم و اقاموا الصلوۃ و امرھم شوری بینھم و مما رزقنھم ینفقون (42/38)

ترجمہ۔ "مومنین وہ ہیں جو خدا کی دعوت پر لبیک کہتے ہیں اس کے احکام کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں اور اپنے معاملات کو باہمی مشورے سے طے کرتے ہیں اور جو رزق خدا نے انہیں دیا ہے اسے نوع انسانی کی خدمت کے لئے کھلا رکھتے ہیں۔ (یعنی خرچ کرتے ہیں)

یہاں اقامت صلوۃ کا امور مملکت کے لئے باہمی مشورے کے ساتھ ذکر آیا ہے یعنی الصلوۃ وہ نظام مملکت ہے جس میں تمام امور مملکت جماعت مومنین کے باہمی مشورے سے طے پاتے ہیں۔

سورۃ الاعراف میں کہا گیا۔

والذین یمسکون بالکتب واقاموا الصلوۃ (7/170)

ترجمہ: "وہ لوگ ہیں جو کتاب اللہ کے ساتھ وابستہ رہتے ہیں اور یوں اقامت صلوۃ کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔"

اس لئے کہ اسلامی نظام کتاب اللہ کے قوانین و اقدار کے عملی نفاذ کا نام ہے۔ اس مقصد کی وضاحت کے لئے قرآن حکیم میں صلی کے مقابلہ "تولی" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے (75/30-31) تولی کے معنی ہیں صحیح راستے سے روگردانی کرنا۔ گریز کی راہیں نکالنا۔ منہ موڑنا اور صلی کے معنی قوانین خداوندی کے مطابق صحیح راستے پر چلتے جانا۔ نظام خداوندی کے متعین کردہ فرائض منصبی کو ادا کرتے جانا اور ان فرائض منصبی کا دائرہ زندگی کے ہر گوشتے کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اس دائرے کی وسعت ہمیں حضرت شعیبؑ کے ذکر جلیل میں روشن تر نظر آتی ہے۔ دیکھئے سورۃ ہود میں کس ابدی حقیقت کا بیان ہوا ہے۔ جب حضرت شعیبؑ نے نبوت ملنے پر اپنی قوم کے سامنے دعوت خداوندی کو پیش کیا تو حسب معمول ان کی اس دعوت کو قوم نے رد کیا اور مخالفت پر اتر آئی۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے ان افراد قوم سے فرمایا میں صلوۃ کی آزادی چاہتا ہوں اس پر وہ مذہب پرست قوم یہ سمجھی کہ آپ اپنے طور پر خدا کی پرستش کرنا چاہتے ہیں تو اس سے ہمیں کیا فرق پڑے گا، کرنے دو۔ مگر انہیں جلد معلوم ہو گیا کہ حضرت شعیبؑ کا صلوۃ کی آزادی کا مطلب کیا تھا۔ چنانچہ وہ بول اٹھے۔

اصلوتک تامرک ان نترک مایعبد اباونا او ان نفعل فی اموالنا مانشؤا (11/87)

ترجمہ:۔ "اے شعیبؑ! یہ تمہاری صلوۃ کس قسم کی ہے جو یہ کہتی ہے کہ ہم ان معبودوں کو چھوڑ دیں، جن

کی پرستش ہمارے آباؤ اجداد کرتے چلے آ رہے ہیں اور یہ کہ ہم اپنے مال و دولت کو بھی اپنی مرضی کے مطابق صرف نہ کریں۔"

اقامت صلوۃ اپنی زندگی کے تمام معاملات کو وحی خداوندی کے تابع رکھنے کا نام ہے۔ چنانچہ مال و دولت کے استعمال کو جس کا تعلق زندگی کے بنیادی پہلو معیشت سے ہے۔ اگر غور و خوض اور عقل و فہم سے کام لیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ دنیا میں جو ناہمواریاں اور فساد انگیزیاں پائی جاتی ہیں اور جو طبقاتی فرق اور اونچ نیچ ہمارے معاشروں میں رائج ہے۔ اس کا بنیادی سبب رائج الوقت معاشی نظام کی کجی ہے۔

ظاہر ہے کہ ہمارا اپنا معاشرہ اس کی واضح تصویر ہے اور یہ اس لئے کہ ہم نے اپنی معاشی زندگی کو الصلوۃ سے بالکل الگ کر رکھا ہے اور حضرت شعیبؑ کی قوم کی طرح ہمارا بھی یہی خیال ہے کہ بھلا یہ کیسی صلوۃ ہے جو ہماری نجی معاملات میں دخیل ہو رہی ہے اور ہم اپنا روپیہ پیسہ ' اپنی دولت ' اپنی مرضی کے مطابق خرچ نہیں کر سکتے۔ سورۃ الماعون میں صلوۃ اور معاشرتی نظام کا ان مٹ تعلق کس طرح نکھر اور ابھر کر ہمارے سامنے آتا ہے۔ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ تکذیب دین کون کرتا ہے۔

یہاں قرآن کی مراد ان لوگوں سے ہے جو دین کے مدعی ہونے کے باوجود عملی طور پر دین کو جھٹلاتے ہیں اس شکل میں۔

ارء یت الذی یکذب بالدین فذالک الذی یدع الیتیم ولا یحض علی طعام المسکین (3-107)

ترجمہ :۔ " تو نے اس شخص کی حالت پر بھی غور کیا جو دین کی تکذیب کرتا ہے۔ یہ وہ ہے کہ اگر کوئی شخص معاشرے میں تنہا رہ جائے اسے دھکے دیتا ہے اور بے سہاروں کی روٹی کا انتظام نہیں کرتا۔"

فویل للمصلین ○ الذین ھم عن صلاتھم ساھون ○ الذین ھم یر آؤن ○ و یمنون الماعون

ترجمہ :۔ " یہ وہ نمازی ہیں جن کی نمازیں معاشرے کے لئے تباہی کا موجب بن جاتی ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو صلوۃ (نماز) کی مرئی اور محسوس حرکات کو ہی صلوۃ سمجھ لیتے ہیں اور اس کی روح' مقصد اور غرض و غایت سے غافل ہو جاتے ہیں۔ نمازیں تو پڑھتے ہیں لیکن رواں دواں چشموں کی طرح بہنے والے رزق (جو تمام بنی نوع انسانی کی ضروریات زندگی پوری کرنے کے لئے دیا گیا ہے) کے سامنے بند لگا کر اپنے لئے روک لیتے ہیں یہی وہ نمازی ہیں جو تکذیب دین کے جرم کے اصل مجرم ہیں۔

قرآن میں دوسرے مقام پر اصل نمازیوں کی نشان دہی بھی کی گئی تاکہ کسی قسم کا التباس پیدا نہ ہو سورۃ المعارج میں مال و دولت جمع کرنے والوں کی کیفیت کا شعار زندگی بیان کیا گیا ہے۔

الذین ھم علی صلاتھم دائمون ○ والذین فی اموالھم حق معلوم ○ للسائل و المحروم ○ والذین یصدقون بیوم الدین ○ (70/23)

ترجمہ :۔ یہ لوگ جانتے ہیں کہ ان کے مال و دولت میں ان لوگوں کا حق ہے جن کی ضروریات ان کی محنت

کے ماحصل سے پوری نہیں ہوتیں یا وہ جو معاشی حالات میں معذور ہو جاتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو **یوم الدین** کی تصدیق کرتے ہیں۔

یہاں "حق معلوم" کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ سائل و محروم اپنے حق کے طور پر سامان زیست صاحبان مال سے طلب کر سکتے ہیں۔ انفرادی زکوۃ اور خیرات ان کا مقدر نہیں ہوتا ہے جیسا کہ ہمارے دلوں میں یہ عقیدہ جاگزیں ہو چکا ہے کہ اڑھائی فیصد زکوۃ دینا اور غریب غرباء کو خیرات کرتے رہنا بڑی نیکی ثواب کا کام ہے اور ضرورت مندوں اور بے سہاروں کی قسمت ہی یہی ہے۔ الصلوۃ کے قرآنی فکر انگیز انقلاب میں ایسے باطل اور گمراہ کن عقائد و تصورات کی گنجائش نہیں ہے۔ اقامت الصلوۃ کا مفہوم اس نظام قرآنی کا قیام ہے جس میں تمام افراد معاشرہ کو اقرار و قوانین قرآنی کی پیروی کرنا ہو گی۔ لیکن قرآن میں صلوۃ کا لفظ خاص اس شکل کے لئے بھی آیا ہے جسے ہم نماز کہتے ہیں جو وقت مقررہ پر ادا ہوتی ہے۔

ان الصلوۃ کانت علی المومنین کتبا موقوتا (103)

ترجمہ :۔ "بے شک صلوۃ مومنین کے لئے ایک موقت فریضہ ہے۔"

صلوۃ (نماز) کی ادائیگی میں جسم کی ظاہری حرکات' قیام' رکوع' سجود سب اطاعت الٰہی کے شعار (Symbols) ہیں۔ یہ بندہ مومن کے جذبات اطاعت و تسلیم کے اظہار کی (اجتماعات صلوۃ) ایک مضبوط شکل ہیں اور اس اجتماعی عمل سے مقصود یہ ہے کہ ہر فرد ملت کے ساتھ رہ کر ہر معاملہ زندگی میں قوانین خداوندی کی اتباع کرے۔ ایک امت کے افراد پورے اتحاد اتفاق کے ساتھ ایک صف میں استادہ' ایک امام کی آواز پر پوری ہم آہنگی اور یک رنگی سے سب جھکتے اور اٹھتے ہیں اور نماز کا یہ پورا عمل اس حقیقت کبریٰ کا مظہر بنتا ہے کہ۔

ایاک نعبد (1/4) "ہم خدا کے سوا کسی کو لائق عبادت تسلیم نہیں کرتے۔ کسی اور کا نظام حیات تسلیم نہیں کرتے۔ اس امت کی تشکیل و استحکام میں صلوۃ کے اجتماعات اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ بشرطیکہ ان کے مقصد اور ان کی غرض و غایت سے غفلت نہ برتی جائے۔ دوسری طرف سورۃ النساء میں ایسے نمازیوں کو منافقین سے تعبیر کیا گیا ہے جو نماز میں سستی و ریا سے کام لیتے ہیں۔

واذا قاموا الی الصلوۃ قاموا کسالی یراؤن الناس (4/142)

لہٰذا ہمارے نمازیوں کو بھی گریبان میں جھانکنا ہو گا کہ کتنے ہیں جو ظاہری نماز ادا کر رہے ہیں کیونکہ ان کی نمازوں کا کوئی نتیجہ نہیں نکل رہا۔ معاشرہ جہنم کی طرف جا رہا ہے اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اب میں سورۃ شوریٰ آیت 54 بیان کروں گا۔

ولا یاتون الصلوۃ الا وھم کسالی ولا ینفقون الا وھم کرھون (9/54)

ترجمہ :۔ "منافقون کی کیفیت بتاتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ الصلوۃ کی طرف آتے ہیں تو کسالی کی کیفیت میں اور اگر دین کی خاطر خرچ کرتے ہیں تو اس عمل کے بارے میں ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں۔"

یہ آیت اس سچائی کو سامنے لا رہی ہے کہ جس صلوۃ میں معاشی و معاشرتی نظام کو الگ کر دیا جاتا ہے اس نماز کا خدا کے ہاں کوئی مقام نہیں ہے۔ صلوۃ اور معاشی و معاشرتی اصلاح ایک ہی پہلو کے دو عکس

ہیں۔ سورہ المومنون میں آیا ہے کہ صلوۃ کی ادائیگی دل کے پورے جھکاؤ کے ساتھ ہوتی ہے۔ (23/2) یہاں سمجھنے والی بات یہ ہے کہ دل کے اس پورے جھکاؤ سے مراد صرف نماز پڑھتے ہوئے ہی حرکات و سکنات میں خضوع و خشوع سے کام لینا نہیں بلکہ یہ جھکاؤ ہر معاملہ زندگی اور تمام تر معاملات روز و شب میں قوانین و احکام الٰہی کے سامنے جھکے رہنا ہے اور پھر یہ بتایا گیا ہے کہ یہی وہ روش زندگی ہے جس سے نظام صلوۃ کی پوری پوری حفاظت ہے۔ مگر ہماری نمازیں کیوں نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوتیں؟ ہمارا معاشرہ ہر قسم کے بگاڑ کا شکار کیوں ہے؟ نمازیں بھی پڑھتے ہیں انتشار و بگاڑ سے بھی دامن ملوث رہتا ہے۔ بد عنوانیاں اور ناہمواریاں ہمارے معاشرے کی پہچان بن چکی ہیں۔ پھر بھی ہم یہ کہنے سے ذرا نہیں ہچکچاتے کہ اللہ کے فضل سے ہماری مسجدیں آباد ہیں۔

اور یہ وہ خود ساختہ و غیر حقیقی اطمینان ہے جو ہماری نماز پڑھنے کو اقامت صلوۃ کی اساس بننے نہیں دیتا۔ ہمارے نمازی اپنی جگہ اور معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے فواحش و منکرات اپنی جگہ بدستور قائم ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کا اٹل فیصلہ ہے۔

ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء و المنکر (29/45)

ترجمہ :۔ "یعنی صلوۃ یقیناً فحشاء اور منکر سے روکتی ہے۔"

فحشا سے مراد ہر قابل نفرت امر ہے۔ منکر بھی ہر معیوب بات کو کہتے ہیں مگر بنیادی طور پر اس کے معنی عقل خود بیں کی حیلہ جوئیاں اور فریب کاریاں ہیں۔ وحی سے بے تعلق یہ عقل انسان کو اس کے ہر فعل اور فیصلے کے لئے جواز ڈھونڈ دیتی ہے جس سے معاشرہ تضاد اور ناہمواریوں کی جنم میں رہتا ہے لہٰذا جو نماز معاشرے میں ہمواریاں اور خوشگواریاں پیدا نہیں کرتی اور منکرات و فواحش معاشرے میں پھر بھی قائم رہتے ہیں ایسی صلوۃ کا اسلام میں کوئی جواز نہیں۔ بندہ مومن کا مقصد زندگی صرف اور صرف یہی ہوتا ہے۔

ان صلواتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین (6/163)

ترجمہ :۔ "میری صلوۃ اور قربانی' میرا جینا اور مرنا سب اللہ کی رب العالمینی عام کرنے کے لئے ہے۔"

مگر ہمیں مومن ہونے کا دعویٰ ہے۔ آیئے اپنے آپ میں دیکھیں اپنے معاشرے کو دیکھیں اور قرآن کے ساتھ اس کا موازنہ کریں اور پھر دیکھیں کہ کیا ہم فریضہ اقامت صلوۃ کے عملی پہلو کے اصل دعوے دار ہیں یا محض دکھاوے باز ہیں۔

☆--☆--☆

طلوع اسلام : مضمون آپ نے پڑھا۔ آپ یقیناً سوچ رہے ہوں گے کہ یہ طلوع اسلام کے لٹریچر سے کوئی منتخب اقتباس ہے۔ جی نہیں! یہ مضمون مرکزی جمعیۃ اہلحدیث پاکستان کے ترجمان ہفت روزہ اہلحدیث کے شمارہ 44 جلد 28 سے نقل کیا گیا ہے۔ سچ کہا تھا علامہ غلام احمد پرویزؒ نے کہ قرآن حکیم کی روشنی میں جو کچھ بھی لکھا جائے گا وہ اس سے

مختلف نہ ہو گا جو طلوع اسلام 1938ء سے لکھتا چلا آرہا ہے۔

☆--☆--☆

3۔ بھارت کے مشہور برہمن پنڈت نے

مقدس ہندو کتابوں سے اسلام کو سچا ثابت کر دیا

نئی دہلی (جی این این) ہندو مذہب کے ماننے والے اپنے جس "کالکی اوتار" (ہادی عالم) کا انتظار کر رہے ہیں وہ در حقیقت حضرت محمدؐ کی ذات اقدس ہے جس کا ظہور آج سے چودہ سو سال قبل ہو چکا ہے۔ لہٰذا ہندوؤں کو اب کسی "کالکی اوتار" کے انتظار میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے اور فوراً اسلام قبول کر لینا چاہیے۔ اس امر کا انکشاف بھارت میں حال ہی میں چھپنے والی ایک کتاب "کالکی اوتار" میں کیا گیا ہے جس نے پورے بھارت میں واویلا برپا کر دیا ہے۔ اس کتاب کا مصنف اگر کوئی مسلمان ہوتا تو اسے یقیناً" جیل کی سلاخوں کے پیچھے جانا پڑتا اور اس کتاب کی اشاعت پر پابندی لگ چکی ہوتی لیکن اس کتاب کا مصنف ایک ہندو برہمن پنڈت وید پرکاش ہے جو سنسکرت کا ممتاز عالم اور الہ آباد یونیورسٹی میں ایک اہم عہدہ پر متمکن ہے۔ مصنف نے اپنی اس تحقیق کو بھارت کے آٹھ بڑے پنڈتوں کے سامنے پیش کیا جو تحقیق کے میدان میں ممتاز مقام رکھتے ہیں اور بھارت کے بڑے مذہبی رہنماؤں میں شمار ہوتے ہیں ان پنڈتوں نے بھی وید پرکاش کی اس تحقیق کو درست تسلیم کیا ہے۔ مصنف نے اپنے اس دعویٰ کی حمایت میں ہندوؤں کی مقدس کتابوں کے حوالے دیئے ہیں۔ مقدس کتاب "ویدا" میں درج ہے کہ "بھگوان کا آخری پیغمبر" (کالکی اوتار) ہو گا جو پوری دنیا کو رہنمائی فراہم کرے گا مصنف کہتا ہے کہ یہ بات صرف حضرت محمدؐ پر صادق آتی ہے۔ ہندو ازم کی پیشین گوئی کے مطابق کالکی اوتار ایک جزیرے میں جنم لے گا اور یہ درحقیقت عرب کا علاقہ ہے جو جزیرہ العرب کے نام سے جانا جاتا ہے۔ "ویدا" میں کالکی اوتار کے باپ کا نام "وشنو بھگت" اور ماں کا نام "سومانب" تحریر ہے۔ سنسکرت میں وشنو' اللہ اور بھگت' غلام کے لئے استعمال ہوتا ہے اس طرح وشنو بھگت کا عربی ترجمہ عبداللہ بنتا ہے۔ "سومانب" سنسکرت میں امن و آشتی کو کہتے ہیں اور عربی میں اس کا مترادف لفظ آمنہ ہے۔ عبداللہ اور آمنہ حضرت محمدؐ کے والد اور والدہ ماجدہ کے نام ہیں۔

"کالکی اوتار" کے بارے میں مزید کہا گیا ہے کہ بھگوان اپنے خاص پیغام رساں کے ذریعے انہیں ایک غار میں علم سکھائیں گے اور یہ بات بھی صرف حضرت محمدؐ پر ہی صادق آتی ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے غار حرا میں حضرت جبرائیلؑ کے ذریعے علم سے نوازا۔ ہندوؤں کی مقدس کتابوں میں تحریر ہے کہ بھگوان "کالکی اوتار" کو ایک تیز رفتار گھوڑا دیں گے جس کی مدد سے وہ اس دنیا کے گرد اور ساتوں

آسمانوں کی سیر کریں گے۔ حضرت محمدؐ کی براق کی سواری اور واقعہ معراج اسی جانب اشارہ کرتا ہے۔ مقدس کتابوں میں تحریر ہے کہ کالکی اوتار گھڑ سواری' تیر اندازی اور تیغ زنی میں ماہر ہو گا۔ مصنف وید پرکاش کہتا ہے کہ اس پیشین گوئی کی جانب خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے کیونکہ گھوڑوں' نیزوں اور تلواروں کا دور اب گزر چکا ہے اور اب اس کی جگہ جدید ہتھیاروں' ٹینک' میزائل وغیرہ نے لے لی ہے اور ایسی صورت میں نیزوں' بھالوں سے مسلح اوتار کا انتظار غیر دانشمندانہ اقدام ہو گا۔ مصنف کہتا ہے کہ "کالکی اوتار" درحقیقت حضرت محمدؐ کی طرف واضح اشارہ ہے جسے اللہ نے آسمانی کتاب قرآن دے کر پوری کائنات کے لئے رہنما بنا کر بھیجا لہٰذا ہندوؤں کو اب فوراً" اسلام قبول کر لینا چاہیے۔

بشکریہ نوائے وقت۔ 9-12-97

طلوع اسلام: بھارت سے کوئی صاحب یہ کتاب فراہم کر سکیں تو ادارہ طلوع اسلام ممنون ہو گا۔

* * *

۲۵ سالہ تجربہ کار

پیپلز کلیرنگ ایجنسی

کسٹم ہاؤس سے منظور شدہ
کلیرنگ اینڈ فارورڈنگ ایجنٹ

کلیرنگ اور فارورڈنگ کے معاملات میں ایک قدم آگے
ہمارے ۲۵ سالہ تجربہ سے دوسروں کے مقابلے میں زیادہ فائدہ۔
ہم آپکی خدمت کیلئے ہمہ وقت تیار ہیں۔

۵۔ وقار سینٹر، فرسٹ فلور رام بھارتی اسٹریٹ، جوڑیا بازار۔ کراچی
فون: ۲۴۲۶۱۲۸ ‏۲۴۳۱۰۲۵-۲۴۲۷۵۳۷
فیکس نمبر:- ۲۴۱۹۷۸۲
ٹیلیکس: ۲۱۰۴۳ BTC PK

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سعدیہ ظفر

کہانی بچوں کے لئے

بیل

السلام علیکم

بچو! آپ نے کبھی بیلوں کو کھانا کھاتے دیکھا ہے؟ بیل نہ لنچ کھاتے ہیں نہ ڈنر۔ بیلوں کے کھانے کو چارا کہتے ہیں۔ جس برتن میں بیلوں کو کھانا دیا جاتا ہے وہ مٹی یا لکڑی کا بنا ہوا بڑا سا کٹورا ہوتا ہے جسے کھرلی کہتے ہیں۔ مالک بیل کی کھرلی میں چارہ ڈالتا ہے تو وہ کھانے کے لئے تیزی سے دوڑتا ہے۔ چارا کھاتے وقت وہ دوسرے بیل کو اپنے پاس نہیں پھٹکنے دیتا لیکن جب اس کا اپنا پیٹ بھر جاتا ہے تو وہ پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ بچا ہوا چارا اب جو چاہے کھا لے اسے اس کی پرواہ نہیں ہوتی۔ وہ کبھی نہیں کہتا کہ بچا ہوا چارا فریج میں رکھ دو۔ دوسری خاص بات یہ کہ بیلوں کے سامنے خواہ کتنا ہی لذیذ چارا کیوں نہ پڑا ہو وہ اپنی بھوک سے زیادہ کبھی نہیں کھاتے۔ اسی لئے نہ تو ان کے پیٹ میں درد ہوتا ہے نہ وہ ہماری طرح چیختے چلاتے ہیں۔ بیلوں کی باتیں آپ نے سنیں اب ذرا اپنی طرف دیکھو۔

ہم دن میں کئی بار کھاتے ہیں اور جو بچ جاتا ہے اسے فریج میں رکھ لیتے ہیں حالانکہ کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہیں پیٹ بھر کر کھانے کو نہیں ملتا' مگر ہم کسی کو قریب نہیں آنے دیتے چاہے فریج میں رکھا ہوا کھانا گل سڑ ہی کیوں نہ جائے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ جو کچھ تمہاری ضروریات سے زائد ہو وہ دوسروں کو دے دو۔ بیل اللہ کے اس حکم پر عمل کرتا ہمیں بھی اللہ کا یہ حکم ہر وقت اپنے سامنے رکھنا چاہیے۔ ہے ناں بچو!

آپ کی باجی سعدیہ

***

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ڈاکٹر صلاح الدین اکبر

سنا ہے!

سنا ہے انسان نے بڑی ترقی کر لی ہے' کبھی وہ جنگلوں میں رہتا تھا' اتنا کمزور اور بے بس تھا کہ نہ دیو ہیکل' طاقتور' خونخوار جانوروں کا مقابلہ کر سکتا تھا اور نہ ہی آندھی' کا نہ طوفان کا' بادل کی گرج سے اس کا دل بیٹھ جاتا تھا اور بجلی کی کڑک تو اسے سہا سہا دیتی تھی' وہ کسی ان دیکھی طاقت سے مدد کے لئے سجدے میں گر جاتا' آفات ارضی سماوی سے بچنے کے لئے وہ غاروں میں پناہ ڈھونڈتا تھا۔

اللہ نے مرد اور عورت دونوں کو پیدا کیا اور انہیں ایک دوسرے کا زوج اور ساتھی ٹھہرایا' ساتھی ہونے کے باوجود وہ دونوں خود کو غیر محفوظ سمجھتے تھے' یہ عدم تحفظ انہیں اداس اور دل گرفتہ رکھتا تھا۔

پھر جب اللہ نے انہیں کثیر اولاد سے نوازا تو وہ ایک جتھہ بن گئے اکٹھے باہر نکلتے تو جانور ان کے لئے خطرہ نہ رہے' بلکہ ان کا گروہ' اکٹھ' جانوروں کے لئے خطرہ بن گئے۔ اب وہ نہیں جانور ان سے چھپنے لگے۔

انسان مل جل کر رہنے لگے تو اپنے لئے گاؤں اور بستیاں بسا لیں' جانوروں نے جنگلوں میں' غاروں میں پناہ ڈھونڈ لی۔

پھر گاؤں انسانوں کو ناکافی لگنے لگے' گاؤں پھیلتے گئے' وسیع و عریض گھر بنے' عالی شان محل تعمیر ہوئے' گاؤں شہر بن گئے' شہروں میں بلند و بالا سر بفلک عمارتیں تعمیر ہوئیں۔

گھسے ہوئے پتھروں اور دھات کے رگڑے ہوئے ٹکڑوں سے بنے ہتھیاروں سے انسان تیر و تفنگ تک پہنچا' پھر اس نے بارود ایجاد کیا' بندوق اور توپ سے بڑھ کر ٹینک اور جہاز تک پہنچا۔ جہاز سے اس کا ہواؤں میں اڑنے کا خواب پورا ہوا۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچنا آسان ہوا' مختلف جگہوں پر رہنے والوں کا آپس میں رابطہ بڑھا۔

باہمی میل جول سے تہذیبیں وجود میں آئیں' بڑھیں' پروان چڑھیں' کھیتی باڑی سے بڑھ کر انسان مشینی دور میں داخل ہوا تو بڑی بڑی صنعتیں وجود میں آئیں' پتوں سے جسم ڈھانپنے والا انسان ریشمی ملبوسات تک پہنچ گیا۔

ضرورت سے زیادہ پیداوار ہوئی تو فالتو پیداوار دوسروں تک پہنچانے کی سوچ بیدار ہوئی۔ ایک طرف ضرورت سے زیادہ پیداوار' دوسری طرف ضرورت مند' انسان کی ہوس نے احتیاج سے فائدہ اٹھانے کے جذبے کو ابھارا۔۔۔ استحصال شروع ہو گیا۔

استحصال اور احتیاج سے فائدہ اٹھانے والوں کے آپس کے مفادات کا ٹکراؤ شروع ہو گیا۔ بات جنگوں تک جا پہنچی۔

ضرورت کی چیزیں بنانے والی صنعتوں کی جگہ ہتھیاروں کی تیاری ایک نئی صنعت کی صورت میں سامنے آئی

اور دیکھتے ہی دیکھتے دوسری صنعتوں پر چھا گئی' پہلے تو ہتھیار خوراک کے لئے شکار یا اپنے بچاؤ کے لئے استعمال ہوتے تھے' اب ہتھیار مفادات کے پھیلاؤ اور دوسروں کو زیردست کرنے کا ذریعہ بن گئے' مجبور اور کمزور انسان زبردست اور طاقتور انسان کے مفادات کا شکار ہو کر ان کے محکوم و غلام بن گئے' ترقی کا ہر ذریعہ' ہر ماحصل' استحصال ظلم اور زیادتی کا دست و بازو بن گیا۔ تیر و تفنگ بھی' بندوق و توپ بھی' ٹینک اور جہاز بھی' راکٹ بھی اپنے وقت میں وحشی طاقتور قبیلوں کی یلغار کے نتیجے میں انسانی کھوپڑیوں کے مینار کھڑے کئے گئے۔ یہ مینار گھوڑوں کی پیٹھ پر بیٹھ کر یلغار کرنے والوں کے شاہکار تھے' جہازوں کے بل پر یلغار کرنے والوں نے بستیوں' شہروں' محلات کو کھنڈروں میں تبدیل کر کے اپنی بڑائی کا اعلان کیا' مگر نہیں کھنڈرات تو پھر بھی نظر آتے ہیں' ملبے کے ڈھیر ہی سہی۔ گرتے ہوئے مکانوں سے بھاگتے ہوئے انسانوں کے گروہ سہمے سہمے پناہ کی تلاش میں نظر تو آتے تھے' یہ اس مہذب انسان کی خون کی پیاس بجھانے کے لئے کافی نہ تھا' اس نے ایسا ہتھیار بنایا جس کے استعمال سے جس میں پورے پورے شہر ملبہ نہیں راکھ کا ڈھیر ہو گئے' اینٹ' گارا' سیمنٹ ہوا میں تحلیل ہو گیا' لوہا پگھل گیا' لاکھوں ہنستے بستے' کھیلتے' سانس لیتے انسان بھسم ہو کر ناپید ہو گئے' یوں ہوا میں تحلیل ہو گئے جیسے کبھی تھے ہی نہیں۔۔۔۔

مگر یہ ترقی کی صرف ایک جہت ہے' تمام تر داستان نہیں' مختلف علاقوں میں' مختلف وقتوں میں' امن و محبت کا پرچار کرنے والے بھی سامنے آئے' کبھی انسانوں کو سکھ کا سانس نصیب ہوا تو ان میں بڑے بڑے شاہکار تخلیق ہوئے' سنگ و خشت سے من موہنے والی عمارتیں تعمیر ہوئیں تو دل دہلا دینے والی عمارتیں بھی دیکھنے میں آئیں' معاشرے میں پھیلی بے سکونی اور انسانی زندگیوں کو ڈسنے والے دکھوں سے دیگر ہو کر اپنے اپنے طور پر ان کا تریاق تلاش کرنے والے اہل دل فلسفی اور تیاگی بھی تاریخ کے صفحوں پر اپنا نقش ثبت کرتے پائے گئے' کوئی کشکول اٹھائے جنگلوں میں نکل گیا' کوئی غاروں میں بیٹھ کر سوچ میں غرق ہو گیا تو کوئی شہر ہی میں اردگرد کے شور' ہاؤ ہو سے بے نیاز اپنے ہی من کی دنیا میں گم ہو گیا۔

شعر کہنے والوں نے شعروں میں حسن تخلیق کیا' مصوروں نے کاغذ پر رنگوں سے نئی دنیا بسا ڈالی' مجسمہ سازوں نے کہیں حسن کو مجسم کیا کہیں ہیبت کو' نغمہ گروں نے دھات کے تاروں میں چھپے نغموں کو فضا میں بکھیر کر بے خودی کا عالم طاری کیا' سوچنے والے سوچتے رہے۔

منزل ہے کہاں تیری اے لالہ صحرائی !

کہ انسان سائنس کے زور پر فضاؤں میں اڑنے لگا' کائناتی قوتوں کو اپنے زیر نگین کرتا ہوا کشش ثقل کو شکست دے کر چاند پر پاؤں رکھنے کے قابل ہو گیا۔ اس نے اسے اپنی بہت بڑی فتح سے تعبیر کیا' چاند کی بلندیوں پہ شاید اب تک اس دھرتی کے رہنے والوں کی آہ و بکار نہ پہنچ سکتی تھی جہاں سے اس نے پرواز کی تھی

کروڑوں انسان آج بھی بنیادی ضروریات زندگی سے محروم سسک سسک کر زندگی کے دن پورے کر رہے ہیں' لوگ حاکم و محکوم ہی میں تقسیم نہیں ہو چکے' خود محکوم بھی مختلف گروہوں میں بٹ کر ایک دوسرے کے سامنے دشمنوں کی طرح صف آراء ہیں' وہ اپنے جیسے ہی مسائل میں گھرے لوگوں کو لوٹ رہے ہیں' بے گھر کر رہے ہیں' ہزاروں مارے جا رہے ہیں' لاکھوں اپنا گھر بار چھوڑ کر جنگلوں کا رخ کر رہے ہیں' انگولا ہو یا روانڈا' موزمبیق ہو یا

ایتھوپیا' بوسنیا ہو یا کشمیر' افغانستان ہو یا چیچنیا' ملکوں ملکوں' لوگ بچے بوڑھے' عورتیں جرم بے گناہی کی سزا بھگت رہے ہیں۔

شاید انسانوں نے انسانوں کی طرح سوچنا بند کر دیا ہے۔۔۔ مہتاب پہ شبخون مارنے اور تاروں پہ کمندیں ڈالنے کا خیال بہت صدیوں سے اس کے ذہن میں تھا' شاید اس نے پہلے بھی اس کا اظہار کیا ہو' تبھی تو شیراز کے ایک شاعر نے ان سے سوال کیا تھا کہ تو جو کار فلک میں مداخلت کا سوچ رہا ہے یہ تو بتا کیا اس زمین' اس دھرتی کے سب کام تو نے سنوار لئے ہیں' اب اسے یہ کہنے والا شاید کوئی نہیں رہا۔ سب سائنس کی ترقی پر واہ واہ کر رہے ہیں' شعر و فلسفہ' مصوری و شاعری اس کے لئے شجر ممنوعہ ہو چکے ہیں' پہلا انسان شجر ممنوعہ چکھنے کی پاداش میں جنت سے دھکیل کر زمین پر پٹخ دیا گیا تھا' جدید انسان دور حاضر کے شجرہائے ممنوعہ سے منہ موڑنے کی پاداش میں خلاؤں میں بھٹکا دیا گیا ہے' زمین اس کے قدموں کے نیچے سے پھسل چکی ہے' یہ آدم کے لئے دوسرا ہبوط ہے' زمین سے نیچے خلاؤں کا سفر' خلائیں جن کے لئے یہ ارض بمنزلہ سماء کے ہے' خلاؤں میں نہ پھول کھلتے ہیں' نہ خوشبوئیں تیرتی ہیں' نہ تتلیاں اڑتی ہیں' نہ پرندے چہچہاتے ہیں' نہ نغمے ہیں نہ خوشبو ہے نہ رنگ' ایک بے رنگ' بے کیف' لیل و نہار سے بے نیاز پر ہول سکوت میں گم فضا۔

ابھی شاید اسے اپنی محرومیوں کا احساس نہیں' ابھی شاید وہ پستیوں اور بلندیوں کا فرق نہیں سمجھ سکا' اسے معلوم نہیں ہو سکا کہ ایک انسان کا دل جیت لینا پوری بستیوں کو تاخت و تاراج کر دینے سے کہیں بہتر ہے" ایک انسان کا ناحق قتل پوری انسانیت کے قتل کے مترادف ہے اور ایک انسان کو بچانا گویا پوری انسانیت کو زندگی بخش دینا ہے' ایک انسان پہ زندگی کی راہیں آسان کرنا کہیں بہتر ہے' اپنا گھر بھرنے کے لئے دوسروں کا حق مار کر انہیں مایوسیوں کے اندھیروں میں دھکیل دینے سے۔۔۔ مگر مفاد خویش نے' عقل کوتاہ بین نے اس کی آنکھوں پہ ایسی پٹی باندھ رکھی ہے کہ وہ کچھ دیکھ ہی نہیں سکتا اس کے پیش نظر ہر وقت عارضی خوشیاں' کھوکھلے مصنوعی قہقہے اور سطحی سی لذتیں رہتی ہیں۔

دل ڈرتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ ترقی کی دوڑ میں' سرابوں کے پیچھے بھاگنے میں انسان کہیں یکسر غائب ہو جائے اور اس کی جگہ کوئی مشین رہ جائے جس کے سینے میں کوئی دل نہ دھڑکتا ہو' جو نہ ہنس سکے نہ آنسو بہا سکے' پھولوں کی خوشبو' تتلیوں کے پروں پر بکھرے رنگ جنگل میں بہتے جھرنوں کے مدھر راگ' پرندوں کی چہکار اس کے لئے اجنبی ہو جائے' کسی بچے کی معصوم ہنسی اسے اپنی طرف متوجہ نہ کر سکے۔

اس نے اس دور میں اپنی راتوں کو روشن کرنے کے بہت سامان کر رکھے ہیں لیکن جس دن ایسا ہو گیا جس کا خدشہ میں نے ظاہر کیا ہے' وہ دن انسان کی تاریخ کا سیاہ ترین دن ہو گا' وہی قیامت کا دن ہو گا۔

***

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

1903ء میں بٹالہ ضلع گورداسپور کے ایک مذہبی خاندان میں ایک ہونہار بچہ پیدا ہوا جس نے قرآن و حدیث اور اسلامی علوم کی تعلیم اپنے گھرانے کی روایات کے مطابق بڑے ذوق و شوق سے حاصل کی۔ اس کے حساس دل پر مسلمانوں کے زوال' افلاس اور بے علمی نے گہرا اثر ڈالا۔ نو عمری ہی سے یہ بے چین روح ان تمام باتوں کا حل چاہتی تھی تاکہ حالات بدل سکیں اور مسلمان اپنے اسلاف کی طرح اسلام کو سربلند کر سکیں۔ آخر اسے دو ایسے راہنما مل گئے جن کی نگاہ بلند تھی' سخن دل نواز تھا اور جان پر سوز تھی اور پھر دین' زندگی اور علم کے اس مسافر نے اپنے آپ کو قرآن حکیم کے چشمہ بقا کے کنارے پایا۔ اس دن سے اس کی پیاس کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اس کی قرآنی ... اور لگن نے معارف القرآن' نظام ربوبیت' انسان نے کیا سوچا' اور سلیم کے نام جیسے عظیم شہ پاروں کو جنم دیا۔ یہی مسافر آج علامہ غلام احمد پرویزؒ کے نام سے دنیائے اسلام میں متعارف ہے۔ اس کے راہنما تھے علامہ محمد اقبالؒ اور حافظ اسلم جیراجپوریؒ۔

بچپن میں مروجہ مذہبی تعلیم حاصل کی۔ پھر انگریزی پڑھی اور بی۔ اے کیا۔ فلسفہ' سائنس' تاریخ' سائیکالوجی وغیرہ علوم کو اس غرض سے اپنایا کہ بیسویں صدی کے ذہن کو قرآن کریم سمجھایا جائے۔ قرآن کریم پر مضمون وار "معارف القرآن" کے نام سے کتابیں لکھنا شروع کیں۔ اس سلسلہ کی پہلی کتاب (من و یزداں) میں خدا اور انسان کے باہمی تعلق کو بتاتے ہوئے لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کو رفیق اعلیٰ کہا یعنی انسان اللہ کا رفیق ادنیٰ ہے۔ دوسری کتاب۔ "ابلیس و آدم" میں انسان کی پیدائش' وحی' ابلیس' شیطان' تقدیر' دعا وغیرہ جیسے مشکل مضامین پر بحث کی۔ تین کتابیں جوئے نور' برق طور اور شعلہ مستور میں انبیائے کرام کی عظیم جدوجہد' مشن اور کارناموں کا جائزہ لیا۔ کوئی پانچ سو بڑے صفحوں پر کتاب "معراج انسانیت" بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ بیشتر قرآن مجید سے مرتب کی۔ "معراج انسانیت" کا ہر ہر صفحہ ان کی پلکوں کی شبنم سے بھیگا ہوا ہے۔ ہر سطر اس محبت اور وابستگی کا ثبوت ہے جو پرویز کو ذات رسالت مابؐ سے تھی۔ عقل انسانی نے انسانی معاملات میں جو راہنمائی کی اور جو ٹھوکریں کھائیں ان کو ایک کتاب "انسان نے کیا سوچا؟" میں واضح کیا۔ یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کی مثال اردو تو کیا دنیا کی شاید کسی بھی زبان میں نہ مل سکے۔ یہ کتاب دو ہزار سال کے افکار و تصورات کا مخزن ہے اور اس سے پرویز کے وسیع علم اور مطالعہ کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ ایک دوسری کتاب "نظام ربوبیت" اس پروگرام کی تفصیل میں لکھی جو قرآن مجید نے انسانوں کے مل جل کر رہنے کے لئے تجویز کیا ہے اور جس میں کوئی شخص نہ بھوکا رہ سکتا ہے نہ ننگا' نہ بے کس رہ سکتا ہے نہ لاچار "سلیم کے نام" "اسباب زوال امت" "اسلامی معاشرت" ان کی ایسی کتابیں ہیں جنہوں نے نوجوان اور تعلیم یافتہ مسلمان مردوں اور عورتوں کو مایوسی اور مذہبی تنفر

کی دلدل سے نکال کر حصار دین میں داخل کر دیا۔
قرآن مجید سمجھنے میں سب سے بڑی رکاوٹ کو دور کرنے کے لئے عربی کی مستند کتابوں کی مدد سے چار جلدوں پر مشتمل "لغات القرآن" لکھی جس میں ہر لفظ کا مطلب اس انداز سے بیان کیا کہ اس کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔ پھر اس لغت کی بنیاد پر سارے قرآن کا مفہوم بھی اسی انداز سے لکھا کہ ہر آیت کا مطلب پڑھنے والے کی سمجھ میں آسانی سے آجائے۔
اسلام مذہب نہیں' دین ہے یعنی نظام حیات جو ایک آزاد مملکت میں پروان چڑھتا ہے۔ اس نظام کی تشکیل کا آغاز عہد نبویؐ میں ہوا لیکن وہ اپنے عہد شباب تک عہد فاروقیؓ میں پہنچا۔ اپنی شہرہ آفاق کتاب "شاہکار رسالت" میں پرویز صاحب نے اپنی مدت العمر کی تحقیق و کاوش کے بعد نہ صرف اس نظام حیات کی جیتی جاگتی تصویر پیش کی بلکہ یہ بھی بتایا کہ عہد فاروقیؓ کے بعد اسلام پہ کیا گزری اور وہ کس طرح دین سے موجودہ مذہب میں تبدیل ہو گیا۔
"مذاہب عالم کی آسمانی کتابیں" "قرآنی فیصلے" "قرآنی قوانین" اور "اسلام کیا ہے؟" جیسی کتابیں پرویز صاحب کی ان تصانیف میں سے ہیں جن کے مطالعہ سے نہ صرف اسلام کے متعلق سینکڑوں غلط فہمیاں دور ہو جاتی ہیں بلکہ ہمارا یہ دعوئ ایمان کی صورت اختیار کر جاتا ہے کہ اسلام ہی وہ واحد دین ہے جو نوع انسان کی تمام مشکلات کا حل پیش کرتا ہے۔
مسئلہ تقدیر ایک ایسا معمہ تھا جس نے انسانی ذہن کو مدتوں طلسم پیچ و تاب بنائے رکھا۔ پرویزؒ صاحب نے دنیا کے اس مشکل ترین مسئلہ کو اپنی تصنیف "کتاب التقدیر" میں قرآن کریم کی روشنی میں اس عمدگی سے حل کر دیا کہ اس کے بعد ذہن میں کوئی خلجان باقی نہ رہا۔ اسی طرح مرنے کے بعد کیا ہو گا؟ ایک ایسا سوال ہے جو ہر شخص کے ذہن میں ابھرتا ہے لیکن اس کا جواب اگر کہیں سے مل سکتا ہے تو وہ صرف قرآن کی بارگاہ ہے۔ یہاں بھی مفکر قرآن جناب پرویزؒ صاحب نے اپنی قرآنی بصیرت کے مطابق موت و حیات' برزخ' حشر' نشر' قیامت' حساب کتاب' اعمالنامہ' میزان' جنت' دوزخ اور حیات جاوداں جیسے حقائق پر صاف سادہ لیکن دلکش انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ تصوف کو اصل دین اور مغز قرآن سمجھا جاتا ہے لیکن بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ تصوف کی اصل حقیقت کیا ہے' اس کی تاریخ کیا ہے اسلام کے ساتھ اس کا تعلق کیا؟۔ پرویز صاحب نے جن کی اپنی آدھی عمر انہی وادیوں میں گزری' اپنی شہرہ آفاق تصنیف "تصوف کی حقیقت" میں پہلی بار اس پر اسرار دیو مالا سے پردہ اٹھا کر فکری اور وجدانی دنیا میں انقلاب برپا کیا۔
ختم نبوت ایسا بنیادی عقیدہ ہے جس کے انکار سے اسلام کا کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ ہمارے علماء حضرات سو برس تک احمدیوں سے مناظرے کرتے رہے لیکن اس تحریک کو ختم نہ کر سکے۔ پرویزؒ صاحب کی معرکہ آراء تصنیف "ختم نبوت اور تحریک احمدیت" نے اس باطل مذہب کی جڑ بنیاد کو اکھیڑ کر رکھ دیا۔
پرویزؒ صاحب کے درس قرآن مجید کا سلسلہ قریب پچاس برس جاری رہا۔ پرویزؒ صاحب کے ان درسوں کی بنیاد پر قرآن مجید کی تفسیر کی اب تک سات جلدیں مرتب ہو چکی ہیں۔ قرآن مجید بلا شبہ انسانی زندگی کے تمام گوشوں کے لئے ضابطہ حیات ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ قرآن مجید کے احکام و قوانین عام کتب کی طرح ایک جگہ نہیں اور پورے قرآن کو بیک وقت نگہ میں رکھنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ اس مشکل کے پیش نظر مفکر قرآن محترم پرویز

" صاحب نے قریب چالیس سال کی محنت شاقہ سے قرآن مجید کا ایسا انسائیکلوپیڈیا مرتب کر دیا ہے جس میں قریب دو ہزار چار سو عنوانات میں سے ہر ایک کے متعلق قرآنی آیات کے حوالے چشم زدن مل جاتے ہیں۔ تین جلدوں پر مشتمل اس کتاب کا نام ہے۔ تبویب القرآن

بین الاقوامی شہرت کی حامل ان کی انگریزی تصنیف (Islam a Challenge To Religion) پچھلے چالیس سال سے چار دانگ عالم میں خراج تحسین وصول کر رہی ہے۔ جب کہ اپنی زندگی میں مرتب کردہ " مفہوم القرآن " کے پندرہ پاروں کا انگریزی ترجمہ زیور طباعت سے آراستہ ہو چکا ہے۔

1938ء میں قائد اعظم محمد علی جناحؒ نے تحریک پاکستان کو عام کیا تو علامہ اقبال کے ایماء پر ماہنامہ طلوع اسلام کا اجراء اس مقصد کے لئے وجود میں لایا گیا کہ ملک و ملت کو یہ بتایا جائے کہ مسلمانوں کے لئے جداگانہ مملکت کا مطالبہ کس طرح اسلام کا بنیادی تقاضا ہے۔ اس مقصد کے لئے جہاں حضرت قائد اعظمؒ انگریزوں اور ہندوؤں سے نبرد آزما تھے وہاں ان سے بھی بڑھ کر طلوع اسلام کو مسلمانوں کے ان قومیت پرست افراد اور مذہبی جماعتوں سے مصروف کار رہنا پڑا جنہیں نہ الگ مملکت سے کوئی دلچسپی تھی نہ قرآنی نظام کے قیام سے کوئی واسطہ۔ ہند میں سجدے کی اجازت اور مسلمانوں کے شخصی قوانین میں اپنی اجارہ داری کے عوض ادھر وہ قرآنی اقدار کی حکمرانی چھوڑ کر رام راج قبول کرنے کے لئے تیار تھے' ادھر ہندو مطمئن تھا کہ مسلمان اپنے جس دعوے کو مذہب کی بنا پر پیش کر رہے ہیں اس کی مخالفت خود انہی کے مذہبی پیشواؤں کی طرف سے ہو رہی ہے۔ یہ تھا وہ کٹھن اور خار دار محاذ جو طلوع اسلام کے سپرد تھا۔

پاکستان **متشکل** ہو گیا تو طلوع اسلام کے سامنے یہ سوال آیا کہ جس مقصد کے لئے یہ خطہ زمین حاصل کیا گیا ہے' اسے آئینی پیکر کس طرح دیا جائے۔ ایک طبقہ مغرب زدہ تعلیم یافتہ نوجوانوں پر مشتمل تھا جو مذہب کے قدامت پرستانہ تصور سے تنگ آکر یہاں سیکولر انداز کی حکومت قائم کرنا چاہتا تھا۔ دوسری طرف زمینداروں' سرمایہ داروں اور دوسرے مفاد پرستوں کا گروہ تھا جسے طلوع اسلام کی طرف سے پیش کردہ قرآنی نظام حکومت میں اپنی ہوس زراندوزی کی موت دکھائی دیتی تھی لیکن ان گروہوں سے بھی کہیں زیادہ مخالف ہمارا مذہبی طبقہ تھا جو تقسیم ہند تک تحریک پاکستان کا مخالف اور پاکستان بن جانے کے بعد عملی اقتدار اپنے ہاتھ میں لینے کے لئے بے تاب تھا۔ یہ گروہ آج بھی موجود ہے جو پرویزؒ کی پیش کردہ قرآنی تعلیمات کو زیر بحث لانے کی بجائے خود پرویزؒ کو بدنام کرنے کی پالیسی پر گامزن ہے تاکہ قرآن کی آواز عوام تک نہ پہنچ پائے۔

پرویزؒ نے کسی دقیق فلسفے کو جنم نہیں دیا کہ وہ عام آدمی کی سمجھ میں نہ آسکے وہ کہتا صرف اور صرف یہ ہے کہ

1۔ قرآن کریم تمام نوع انسان کے لئے' خدا کی طرف سے عطا کردہ' واحد' مکمل اور آخری ضابطہ حیات ہے اور حضور خاتم النبیینؐ کا اسوہ حسنہ' حسن سیرت و کردار کا بلند ترین معیار۔

2۔ دنیا میں حق و باطل کا معیار خدا کی کتاب ہے جو اس کسوٹی پر پورا اترتا ہے صحیح ہے' جو اس کے خلاف جاتا ہے وہ غلط ہے خواہ اسے کسی کی طرف بھی منسوب کیا گیا ہو۔

3۔ قرآن کریم زندگی کے غیر متبدل اصول دیتا ہے جو زمان و مکان کی قیود سے بلند ہیں۔ اسلامی حکومت اپنا

تمام کاروبار ان اصولوں کی حدود کے اندر رہتے ہوئے سرانجام دیتی ہے۔ یہ حدود ہمیشہ ناقابل تغیر رہتی ہیں لیکن ان کے اندر مملکت کو آزادی ہوتی ہے کہ وہ اپنے زمانے کے تقاضوں کے مطابق ایسے قوانین مرتب کرے جو بدلتے ہوئے حالات کا ساتھ دیتے ہیں۔

4۔ قرآن کریم کی رو سے مملکت کا بنیادی فریضہ یہ ہے کہ وہ تمام افراد مملکت کی بنیادی ضروریات زندگی بہم پہنچائے اور ان کی مضمر صلاحیتوں کی نشو و نما کے اسباب و ذرائع اور مواقع یکساں طور پر مہیا کرے۔

طلوع اسلام کا تعلق نہ کسی مذہبی فرقے سے ہے اور نہ سیاسی پارٹی سے۔ ملک کے جو احباب اس کی طرف سے پیش کردہ قرآنی فکر کو صحیح سمجھتے ہیں وہ اپنے طور پر اس فکر کی مزید نشر و اشاعت کی کوشش کرتے ہیں یہ احباب بزم طلوع اسلام کے اراکین کہلاتے ہیں۔ مجموعی طور پر یہ تحریک طلوع اسلام کے نام سے موسوم ہے۔

پرویزؒ صاحب شروع سے اس ادارہ کو تنہا چلا رہے تھے۔ یہ سب کچھ انہوں نے اپنی ملازمت کے ساتھ ساتھ کیا۔ 1955ء میں مرکزی حکومت سے قبل از وقت پنشن لے لی تاکہ اپنا سارا وقت قرآنی مشن کے لئے وقف کر سکیں۔ ان کی تمام تصانیف کا محور قرآنی فکر ہے جسے انہوں نے ایسے دلکش انداز میں پیش کیا ہے کہ اردو ادب میں ان کی کتب کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ تحریر کے علاوہ پرویز صاحب'' سحر طراز مقرر بھی تھے۔ ان کا ہفتہ وار درس قرآنی اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ کے لئے ان کی زندگی میں اور ان کی زندگی کے بعد بھی وجہ کشش و جاذبیت رہا ہے۔ پرویز صاحب کا خزانہ علم و حکمت عام ہے۔ دنیا پچھلے پچاس سال سے ان کے موتیوں سے اپنے دامن بھرتی رہی ہے ان کا ایمان تھا کہ جب تک مسلمان دور اول کی زندگی کو اختیار نہیں کریں گے اس وقت تک ان کو نہ مغرب پرستی تباہی سے بچا سکتی ہے' نہ یورپ زدگی ان کے درد کی دوا ہو سکتی ہے۔ ان کے گنجینہ فکر کے آبدار موتی فطرت کے رخ زیبا پر درخشاں ستاروں کی مانند آج بھی پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ افروز ہیں۔ وہ "مسلم" بن کر میدان کارزار میں آئے۔ "مسلم" بن کر جیے اور اللہ کے ارشاد:

" **لاتموتن الا وانتم مسلمون** " کے مطابق اسی حالت میں ہم سے جدا ہو گئے۔۔۔

***

HERE WE ARE

Tolu-e-Islam	tluislam@brain.net.pk
Farhan Ata Arain	farata@brain.net.pk
Hameed Ullah Subhani	Hsubhani@aol.com
Muhammad Khan	shamsi@execpc.com
Abdullah Sani	saaniaan@paknet1.ptc.pk
Rizwan Syed	rizwan@batelco.com.bh
Obedur Rahman Arain	teeba@ncc.moc.kw
Kashif Ahmed	kashif74@hotmail.com
Tanvir Muftee	tanvir.anjum@linkoping.mail.talia.com
Maqbool Farhat	Maqbool.Farhat@virgin.net.uk
Khadim Malik	Khadim@online.no
Bazam Karachi	bazm khi@hotmail.com

ON THE EVE OF
EID UL FITTER
WE WISH
HUMANKIND
PEACE
SECURITY AND
PROSPERITY

Idara Tolu-e-Islam
25 B, Gulberg II
LAHORE

پاکستان میں

علامہ غلام احمد پرویزؒ

کا درسِ قرآن کریم مندرجہ ذیل مقامات پر ہوتا ہے

شہر	مقام	دن	وقت
1-ایبٹ آباد	234 کے۔ ایل کیمل۔ رابطہ: گل بہار صاحبہ	بروز منگل	4 بجے شام
2- ایبٹ آباد	234 کے۔ ایل کیمل۔ رابطہ: شیخ صلاح الدین	ہر روز	عندالطلب
3- اوکاڑہ	برمکان احمد علی A-180 شادمان کالونی رابطہ: شیخ احسان الحق فون :520258/520270	جمعتہ المبارک	3 بجے شام
۔ منگورہ سوات	ڈیرہ اقبال اورلیس ' عقب صراں ہوٹل گرین چوک فون۔ 710917	ہر دوسرے جمعہ	2 بجے دوپہر
4- بورے والا	برمکان محمد اسلم صابر۔ مرضی پورہ گلی نمبر5۔ رابطہ فون: 5543B	پہلا اور تیسرا اتوار	10 بجے صبح
5- بہاولپور	ریحان چپل سٹور مچھلی بازار رابطہ: بشیر احمد فون نمبر876785	جمعتہ المبارک	2 بجے بعد دوپہر
6- پشاور	دفتر جناب عبداللہ ثانی صاحب ایڈووکیٹ۔ کابلی بازار۔ رابطہ: 840945	ہر بدھ و جمعہ	5 بجے شام
7- پشاور	برمکان ابن امین فقیر آباد	جمعتہ المبارک	4 بجے شام
8- پیر محل	مکان نمبر140/139- مدینہ پارک	ہر ماہ پہلا اتوار	9 بجے صبح
9- پنج کسی	برمطب حکیم احمد دین	جمعتہ المبارک	3 بجے شام
10- جہلم	برمکان محترم قمر پرویز مجاہد آباد' جی۔ ٹی روڈ	جمعتہ المبارک	4.30 بجے شام
11- جلالپور جٹاں	یونائیٹڈ مسلم ہسپتال	جمعرات	10 بجے صبح
12- چنیوٹ	ڈیرہ میاں احسان الٰہی کونسلر بلدیہ بیرہٹہ بازار	جمعتہ المبارک	بعد نماز جمعہ
13- چک 215 ای۔ بی	برمکان چوہدری عبدالحمید	اتوار	9 بجے صبح
14- حیدر آباد	B-12 قاسم آباد بالمقابل نسیم نگر رابطہ فون۔654906	جمعتہ المبارک	بعد نماز عصر
15- راولپنڈی	بمقام E-47/4385 اپر سٹوری ہائی وے آٹوز نزد پل لئی گوالمنڈی راولپنڈی فون: 74752	جمعتہ المبارک	4.30 بجے شام
16- سرگودھا	60- اے سول لائنز' ریلوے روڈ۔ رابطہ فون: 720083	جمعہ	5 بجے شام
16A- سرگودھا	B-4 گلی نمبر 7 بلاک 21 نزد مکی مسجد چاندنی چوک رابطہ: ملک محمد اقبال فون (711233)	منگل	7 بجے شام
17- فیصل آباد	23- سی پیپلز کالونی (نزد تیزاب مل) رابطہ: ڈاکٹر محمد حیات ملک۔ فون: 720096	ہر جمعتہ المبارک	3.30 بجے شام

شہر	مقام	دن	وقت
18- کراچی	کراچی سی بریز' روم نمبر 105 شارع فیصل	اتوار	9.30 بجے صبح
		جمعہ	5 بجے شام
	رابطہ شفیق خالد- فون: 0201-713575		
19- کراچی	ڈبل سٹوری نمبر 16 گلشن مارکیٹ' 36/C اریا کورنگی 5	جمعہ	11.30 بجے صبح
	رابطہ: محمد سرور' فون: 5046409	بروز پیر	بعد نماز مغرب
20- کراچی صدر	ہوٹل جبیس- فسٹ فلور ہال- عبداللہ ہارون روڈ- کراچی	اتوار	10 بجے صبح
21- کوہاٹ	برمکان شیر محمد' نزد جناح لائبریری	اتوار	8 بجے صبح
22- کوئٹہ	صابر ہومیو فارمیسی توغی روڈ- رابطہ فون: 825736	اتوار	4 بجے شام
23- گوجرانوالہ	شوکت نرسری گل روڈ' سول لائنز	جمعتہ المبارک	بعد از نماز جمعہ
24- گجرات	مرزا ہسپتال' کچہری روڈ	جمعرات	3 شام
25- گھوے کے (سیالکوٹ)	برمکان محمد حسین گھمن	ہرماہ پہلا اتوار	صبح 9 بجے
26- لاہور	25- بی گلبرگ II (نزد مین مارکیٹ)	اتوار	9.30 بجے صبح
27- لاڑکانہ	برمکان اللہ بخش شیخ نزد قاسمیہ مسجد محلہ جاڑل شاہ	جمعتہ المبارک	بعد نماز عصر
	رابطہ فون: 42714		
28- ملتان	شاہ سنز بیرون پاک گیٹ	جمعہ	5/1/2 بجے شام
29- ماموں کانجن	برمکان ڈاکٹر (ہومیو) محمد اقبال عامر چک 509 گ ب	جمعتہ المبارک	بعد نماز جمعہ
	رابطہ فون: 04610-345		
30- نواں کلی	رابطہ لیکچرار- ایم- طارق	اتوار	صبح 10 بجے
31- رانی پور	اوطاق ڈاکٹر سلیم سومرو	جمعتہ المبارک	بعد نماز عشاء
	سومرو محلہ رابطہ شفیع محمد سومرو		
30- واہ کینٹ	برمکان محمد اکرم خان 21-FC/231	بروز بدھ	چھ بجے شام

سعودی عرب میں مقیم حضرات محترم آصف جلیل صاحب (P.O.Box 693) ریاض 11421 سے رابطہ قائم کریں۔

نوٹ۔ ہفتہ وار چھٹی کی تبدیلی کے پیش نظر نئے اوقات سے مطلع فرمائیں۔

علامہ غلام احمد پرویزؒ کی جملہ تصانیف اور ماہنامہ طلوع اسلام کا تازہ شمارہ بھی انہی جگہوں پر دستیاب ہے۔

تحریک طلوع اسلام سے متعلق استفسارات مندرجہ بالا مقامات پر موجود کارکنان تحریک کے حوالہ کیجئے۔ جواب ادارہ سے براہ راست دیا جائیگا۔

DARS-E-QURAN (ABROAD)

(Recorded Lectures of Allama Ghulam Ahmad Parwez ®

BOOKS AND MAGAZINE TOLU-E-ISLAM ARE ALSO AVAILABLE AT THE FOLLOWING PLACES

DENMARK

Muhammad Afzal Khilji	Last Sat
Gammel Kongevej 47, 3.th., 1610 Kobenhavn V	1900 Hrs

KUWAIT

Flat No. 6, Floor No. 3	Friday
Taher Bu Hamad Building Opposite Al-Othman Mosque,	9.30 Hrs.
Hawally, Kuwait	

NORWAY

Galgeberg, 4th floor	Sunday.
Trosvik Snippen.3	1200 Hrs
1610 Fredrikstad	

LONDON

76 Park Road Ilford Essex	First Sunday
Phone 081-553-1896	1430 Hrs.

CANADA

627 The West Mall	First Sunday
Suite 1505 Etobicoke, ONT M9C 4W9	1100 Hrs.
(416) 245-5322 or 620-4471	

EVERY SATURDAY (7 TO 8 PM) ON RADIO - DIAL AM-530

WHERE ELSE? PLEASE LET THE IDRA KNOW

What is the family system anyway other than covering up of incest and violence towards women?" After this, there is not much that one can say on the subject.

In the article mentioned above, "Art and Islam" *Parwez* has beautifully sorted out the issue according to the Quranic approach. Anything that is health giving, positive, full of life and joy, enabling to meet the challenge of life, anything that does not overflow the banks (that is, the permanent values) is Islamic. Its reverse is perversion and inhibition, depression and death. Can the reader recognise himself/herself in it?

Yes, until this month of February 1985, when Parwez was alive we shared his outburst of laughter, admired his knowledge of music as perhaps the greatest connoisseur of his time listening to *Malkai-Moseequi* (Queen of Music) *Roshan Ara Begum* and *Umrao Bundu Khan*. His library of musical tapes and records was as impressive as his library of books. His appreciation of life- giving poetry, his never missing out on the theatre, (which hardly exists now thanks to the politicians and the *Mullah*) and great art movies of the West. All these were appreciated as a Quranic venture, as Allah's co-sharer in human creativity and not as a guilt - ridden *Mullah* or *Sufi* who cannot see life straight in the face (in Parwez's own words) eye to eye.

PLEASE MAKE SURE THAT YOUR SUBSCRIPTION FOR THE YEAR 1998 IS DULY PAID AND YOUR

KHATA(personal account)

IN *IDARA* HAS SUFFICIENT BALANCE TO MEET EXPENSES OF THE MAGAZINES YOU HAVE ORDERED

It was good thing that Parwez came to my rescue when I contacted him after reading his "asbab-e-zawal-e-ummat," which I came across through sheer accident while browsing through my father's little library. These reminiscences are hovering around me for this is the month of February when Parwez parted from us into eternity thirteen years ago. All the more so because of the worsening condition in the realm of creativity and joy and beauty. I am reminded more and more of him, for here was a man whose life and personality was a total unity, a one whole. As a scholar of the Quran, his mood, his expressions, his activities were all in unison. Those who have not met him personally during his lifetime can catch a glimpse of this in his videos. Talking on the themes of Divinity, Revelation, Values, Self, Here and the Hereafter, an indivisible whole of our existence, he laughs, he jokes, he dramatises along with the seriousness of the subject. It is something that touches us in totality, not as a pie in the sky having nothing to do with the "profanity" of life on this earth.

Those who are provoked by what I am saying should read Parwez's "Art and Islam", an excellent rendering of the subject. Every item of utility, he writes, has an aesthetic lining to it. Denying beauty is tantamount to confronting the Creator. While procreation is restricted to the animal kingdom, creativity is Divine, in which we are co-sharers of Allah, true as mere specks, while He is Companion-in-Chief. (Not having comprehended this elevated position bestowed upon us humans, we sank into animalism, multiplying from 31/2 crores to 14 crores in 50 years!). Do we realise that the universe, the oceans, the mountains, the vegetation, everything exudes colour, sound, rhythm and poetry? To deny and reject all this, as Mullahs and Sufis do, is to end up in perversion. Since, this is unnatural; they end up by entering into it through the backdoor. The worst part of all this is that all these attributes are summarised and fixated into the woman. And then they are so scared of her (or rather themselves) that they shut her up in the house. Writing in the "Friday Times" Fayyaz Mahmood says: "For God's sake -- you can not protect your women by locking her up in the house.

-PARWEZ - THE WHOLE MAN-

By

Miss Shamim Anwar

One thing that always confused and bugged me was as to why does "religion" reject reason and beauty. Terms such as "blind faith" and " piety" (as against beauty) did not make sense, for after all why should the Creator bestow these upon us if they were not to be used? These questions came up in my mind perhaps because of my childhood schooling and liberal parenthood. In nursery and kindergarten classes we were taken out for long walks in the woods and different kinds of trees, birds and even nests and ant-hills were pointed out by the teachers as marvels of Nature. And we sang joyfully and loudly with the piano every morning about "all things bright and beautiful, good Lord made them all". If good Lord made them, how could they be evil?

As time passed, I noticed a strange kind of dualism in the society, which I am afraid, still persists, in fact in a more pernicious form. Individuals who enjoy seeing Indian films with their sexy exhibitionism, each film the exact replica of the previous one, listening to musical concerts, classic or cheap, go to dance sessions and so and so forth, suddenly transform into solemnity of a mourning look, a stooped posture and a slow gait, the moment they enter a "religious" discourse or a "religious" presence of a house of worship. To live in two worlds at once sounds very schizophrenic to me. In my early and late teens I was simply bewildered. The result was I fell into a world of total negation and I suffered.

From the above two verses of Quran it is obvious that seeking means of access unto Allah is for "*Jehad*" in the first case and for "*Tawaqqal*" in the second instance. So far as seeking Allah's assistance through some *waseelah* is concerned the following two verses of Quran (from amongst many other) should be sufficient to clear the doubt:

هُنَالِكَ ٱلْوَلَٰيَةُ لِلَّهِ ٱلْحَقِّ ۚ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَخَيْرٌ عُقْبًا ﴿٤٤﴾

"There the (only) protection comes From Allah, the True One. He is the Best to reward, And the Best to give success"(Al-Quran 18:44)

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِى عَنِّى فَإِنِّى قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ ٱلدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ فَلْيَسْتَجِيبُوا۟ لِى وَلْيُؤْمِنُوا۟ بِى لَعَلَّهُمْ

"When my servants ask thee concerning Me, I am indeed close (to them): I listen to the prayer of every Suppliant when he calleth on Me: Let them also with a will, listen to My call, and believe in Me: that they may walk in the right way." (Al-Quran 2:186)

What other assurance a man needs in presence of such a strong commitment of the Almighty Allah in clear words. To me a man who has lost faith in Allah is always in search of intermediaries and shall never believe that Allah is in direct contact with him.

May Allah guide them all.

Concept of Waseelah in Islam

By

Dr. Syed Abdul Wadood

Criticizing *Allama Parwez* ® one Dr. *Fida Hussain* from Pretoria has tried to assert that Allah the almighty though *wali* in totality shares His attributes with others and those near Allah (*Peer-o-Murshad*) can intercede and become *waseelah* for the suppliants. These views of Dr. Fida are contained in his letter addressed to *Mr. A.S.K Joomal* of *Al-Balaagh*. *Mr. Joomal* has sent a copy of the letter to me for comments.

The word waseela appears in the holy Quran at the following two places:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَٱبْتَغُوٓا۟ إِلَيْهِ ٱلْوَسِيلَةَ وَجَٰهِدُوا۟ فِى
سَبِيلِهِۦ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٣٥﴾

"O ye who believe! Do your duty to Allah; seek the means to approach unto him and strive with might and main in His cause: that ye may prosper (Al-Quran 5:35)

أُو۟لَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ ٱلْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ
رَحْمَتَهُۥ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُۥٓ ۚ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا ﴿٥٧﴾

"Those whom they call upon do desire (for themselves) means of access to their lord even those who are nearest they hope for His mercy and fear His wrath; for the wrath of thy lord is something to take heed of: Al-Quran 17:57)

DAMP - DECAY - MOISTURE ???
NO WORRY

WE PROTECT YOUR HOUSE
AGAINST
DAMP-DECAY-MOISTURE-LEAKGE
AND
MEND, FILL, SEAL AND REPAIR
THE CRACKS, FISSURES, RAIFTS, GAPS AND
EXPANSION JOINTS TO ASTM STANDARDS

PLEASE CALL US TO DEMONSTRATE
HOW WE DO IT

SAFTY SEALERS(Pvt) LTD

GALAXY SHOPPING CENTRE
115 FEROZEPUR ROAD
LAHORE
Phone 7573615 -417254

ALLAMA IQBAL ROAD
KARACHI

Phone 4557176

FOUNDED IN 1938 AT THE BEHEST OF
ALLAMA IQBAL ® AND QUAID-E-AZAM ®

MONTHLY **Tolu-e-Islam** LAHORE

VOL. 51
NO. 02

REGD.L.NO. CPL-22

AMBER—The most versatile range of single and three phase capacitors in world class quality—quality that combines Italian and Japanese technology—technology that takes the form of strict QC and performance testing at every stage of production. Manufactured to international standards and specifications.

AMBER ® CAPACITORS The national name for international quality.

Our range of products include:

- Motor Start-Run Capacitors
- Fluorescent Lamp Capacitors
- Power Factor Improvement Capacitors

We also manufacture to your specifications.

AMBER CAPACITORS LIMITED

Climax House, 16-Link McLeod Road, P.O. Box 468, Lahore-Pakistan
Phone: +92 42 722 5865 & 722 6975, Fax: +92 42 723 2807 & 586 6617 Tlx: 44335 AMBER PK